



بلکے سے کندھے اچکا دیئے۔ وہ وہاں سے پلٹے تو چہرہ اسی طرح سر ہٹا۔ البتہ چال دھمکی گی۔

”ہم آج رات واپس جا رہے ہیں۔ زارا نہیں جائے گی۔“ سامنے سے آتے اسٹنٹ کو دھمکی آواز میں اطلاع دی۔ اس کے ہونٹ اوہ میں سکرے۔

”آپ نے آج چار بجے کی مینٹک کے لیے یہ فائل مانگی تھی۔“ ان باپ بچی کے مسئلے پر تبصرہ کیے بغیر اسٹنٹ نے، ایک فلیش ڈرائیو مالک کی طرف بڑھا کی۔ ”وہ مینٹک کنفرنڈ ہے تا سر؟“

”یہ تو چار بجے ہی معلوم ہوگا۔“ انہوں نے فلیش ڈرائیو کو براٹھا کے دیکھا۔

بٹائیک کے بھی وہ اس پر لکھا ”برہنہ“ پڑھ سکتے تھے۔



”آئی ایم سوری کشمالہ۔“

وہ دونوں ایک کینے کے چمچے تھے، بھیجی کر سبوں

پہ آئے سامنے بیٹھے تھے اور ویر ان کے سامنے تھوے (کانی) کے کپ رکھ رہا تھا، جب زیادہ کھنکھارا۔ بالائے نگاہ اٹھائی۔ اس نے سفید ہائی ٹیک پہن رکھی تھی۔ آنکھوں پر گلاسز تھے اور طلال بھی۔

اس کے خواب کے پرنس اسٹیبل کی اس گلی میں بنے کینے بارون اور رنگین تھے۔ ترش قبوے اور خستہ سمت (simit) کی خوشبو۔ دکانوں کے چیموں سے لٹکتے رنگین پھول۔ صبح کی بارش کے بعد کی کٹی سرک۔ آج طلوع ہونے والی صبح میں امید بھی تھی اور ابھام بھی۔

”کس کس بات کے لیے سوری زیادہ؟“ اس کی سبز آنکھوں میں خشکی اتر آئی۔ وہ سیاہ ڈھیلا ڈھالا سا کارڈ مین پہنے ہوئے تھی، جس کے گریبان پر سیاہ

”وہ اس کی تعمیر اپسٹ ہے بابا!“ عبدالملک فرید نے ایک گہری سانس لیوں سے خارج کی۔ ایک دم کندھوں پہ بہت سے بوجھ آن کرے تھے۔

”وہ... اس کی... تعمیر اپسٹ ہے۔“ ایک ایک لفظ توڑ توڑ کے ادا کیا۔

”یا کہیں؟“

”اور میں کیا کیا سمجھنے لگی تھی۔ مگر نہیں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے تھی میں سر ہلایا۔ ”میں یہاں سے نہیں جاؤں گی بابا، میں ماہر پہ کیو اپ (ہارمانا) نہیں کروں گی۔“

”بازو جو اس کے کہ تم اس کی زندگی میں کہیں نہیں ہو؟“ عبدالملک فرید کے تاثرات پل بھر میں واپس برف بن گئے۔ ان کا سوال کسی بھی جذبے سے عاری تھا۔

”یہ میری زندگی ہے اور یہ میرا فیصلہ ہے۔ میں نہیں رہوں گی۔ ماہر کے لیے، کیف کے لیے۔ میں اس کو چھوڑ کے نہیں جاؤں گی۔ وہ میرا سب سے اچھا دوست ہے۔“ کہتے کہتے وہ رکی۔ ایک دم آنکھوں میں خوف سا ابھرا۔ وہ تیزی سے آگے ہوئی۔

”آپ کیا سوچ رہے ہیں؟“ وہ پریشان نظروں سے ان کا چہرہ ٹٹولنے لگی۔ ”آپ ماہر کے پاس جا کے اس کو کہنا چاہتے ہیں کہ وہ مجھے یہاں سے جانے کے لیے مجبور۔“

”تمہیں کوئی کچھ کرنے کے لیے مجبور نہیں کر سکتا زارا! کیونکہ تمہیں کسی نے اس گڑھے میں نہیں ڈالا۔ تم خود اس میں کودی ہو۔ تمہیں اس سے تمہارے سوا کوئی نہیں نکال سکتا۔ خود میں بھی نہیں۔ جود مل چاہے کرو۔“



سترھویں قسط

جذبہ شکایت کا انجمن زیادہ سلطان نے ٹھوڑی جھکا دی۔
 ”میرے پاس بوکے کا ویزا ہے۔ ای ویزا
 ایلانی کرنا مشکل نہیں تھا۔ لیکن میں اس شادی پہ نہیں
 آنا چاہتا تھا۔ اس لیے میں نے یہ بات چھپائی۔“
 ”آپ اس شادی پہ کیوں نہیں آنا چاہتے
 تھے؟“ وہ بھاب کے بار نظر آتا زیادہ سلطان کا چہرہ
 پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی۔
 ”کیونکہ میں ایک انٹرویو سوشل انسان ہوں۔“
 اس نے بے بسی سے مالا کو دیکھا۔ ”ایک انٹرویو
 مجھے لوگوں سے گھٹنا ملنا پسند نہیں ہے۔ یہ میری

قاضی کے گھنے دمک رہے تھے۔ بال او تھ کر کے
 پیررو مال میں باندھ رکھے تھے۔ چہرے پہ محنت بھی
 تھی اور ایک اطمینان بھی، وہ اس کے لیے آگیا تھا۔
 ”تمہارے لیے تمہارے بھائی کی شادی کہ
 اٹینڈ کرنا میں نے اتنا پیچیدہ بنا دیا۔ مجھے یہ نہیں کرنا
 چاہیے تھا۔“ ان دونوں کے درمیان بھاب اڑانی
 کافی کے کپ تھے جو بار بار ان کا منظر دہن لادیتے۔
 ”اسی لیے میں یہاں آیا ہوں۔ کیونکہ میں
 تمہیں مزید ناراض نہیں کر سکتا۔“
 ”ویزا مل گیا اتنی جلدی؟“ اس کی آنکھوں میں اگلا

تھی۔ مجھے ملکہ کی ایک کہنی کی طرف سے بہتر جاب کے لیے گرین سٹل مل گیا تھا۔ وہ میرے دوست کی کہنی تھی۔ میں نے ایک غلط فیصلہ کیا اور لاچ میں اپنی پرانی جاب چھوڑ دی۔ میں تمہارے لوگ اسٹینڈرڈ (معیار زندگی) کو نہیں کرنا چاہتا تھا۔ تاکہ میں تمہیں اصلی میرے گفت کر سکوں۔“

”مگر آپ نے کہا تھا کہ آپ کو کہنی نے فرانسفر۔“

”جھوٹ بولا تھا تاکہ تم مجھ پر غصہ نہ کرو۔ سوچا جب اچھی جاب مل جائے گی تو سر پرانہ دوں گا لیکن مکہ آکے۔۔۔“ اس نے انہوں سے سر جھٹکا۔ ”میرا اس دوست کے ساتھ معاملہ خراب ہو گیا۔ میرے غصے کی وجہ سے۔۔۔“ اس نے بہت تکلیف سے ماتھے کو چھوا جیسے خود پر غصہ آ رہا ہو۔ ”اس نے میری نئی بتائی بات خراب کر دی اور میں تب سے بہت اسٹریس میں تھا۔ اسی لیے میں تم سے بھی کھنچا کھنچا رہنے لگا اور ٹریول بھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ورنہ میں ٹریول پسند کرتا ہوں۔ مجھے خود شوق ہے۔“

وہ اچھن سے اسے دیکھے گی۔ کیا وہ کوہانی بتا رہا تھا؟ یا وہ جانتا تھا وہ اس کا پاسپورٹ دیکھ چکی تھی؟ لیکن پاسپورٹ اس نے خود ایسی جگہ رکھا تھا جہاں سے وہ دیکھ سکے۔ چھپانا ہوتا تو چھپا لیتا۔ وہ ان تمام باتوں کا اعتراف کر رہا تھا جو ان دونوں کے درمیان حاصل ہوئی تھیں۔

”زیادہ میں نے آپ سے کتنی دفعہ کہا تھا کہ مجھ سے بچ اور صاف بات کیا کریں۔ مجھے نہیں چاہیے لکڑیر۔ میں اپنی لکڑیر نہ کیا کرتی ہوں۔ مجھے صرف سچا رشتہ چاہیے۔ احمقینک تعلق۔ اگر جاب کا پرائیم تھا تو مجھ سے شیئر کرتے۔ میں آپ کا دھک پائٹی۔ میاں بیوی اور کس لیے ہوتے ہیں؟ لیکن آپ مجھ سے جھوٹ بولتے رہے۔ ہر صبح آپ یہ کہہ کر گھر سے نکلتے تھے کہ میں کام پہ جا رہا ہوں۔“

”وہ جھوٹ نہیں تھا۔ کیونکہ میں مختلف کیفے زجا کے اپنی کتاب لکھتا تھا۔ میں بہت پریشر میں تھا۔ کہا نا۔

ذات کی کمزوری ہے، اسی لیے جب میں نے تم سے شادی کی تو میں مطمئن تھا کیونکہ تم بہت سوشل ہو۔ تم میری اس کمزوری کو دور کرنے میں مدد کرو گی۔ میں ہمیشہ یہی کرتا ہوں۔ اسی مجھے شادیوں پہ جانے کے لیے مجبور کرتی ہیں اور میں نہیں جانتا۔“

”آپ عزہ کی شادی پر بھی آئے تھے۔ ماں کی بیماری تشخیص ہونے سے چند دن پہلے جب میں لاہور آئی تھی۔“ وہ یاد کر رہی تھی۔ ”اور اس سے ڈیڑھ سال پہلے آپ سکیل کی شادی بھی آئے تھے۔“

اور یہ وہ ملاقات تھی جو اسے یاد نہیں تھی۔ جیسے وہ یادداشت سے بخوبی ہو گئی ہو۔

”ہاں۔ گزشتہ تین سال میں ہمارے خاندان میں آٹھ دس شادیاں ہوئی ہیں اور میں نے صرف دو اسٹیڈ کی ہیں۔ کہا نا۔ میں اس چیز میں اچھا نہیں ہوں۔ مگر میں اس عادت کو بدلنا چاہتا ہوں۔“

”آپ کو یہ تب سوچنا چاہیے تھا جب میں دو ہفتے تک آپ کی منت کرتی رہی تھی۔“ وہ دھکی انداز میں یاد دلانے لگی۔

”میں خوف زدہ تھا۔“ زیادہ پھر سے چہرہ جھکا دیا۔

”کس سے؟“

زیادہ نے نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا تو آنکھوں میں شرمندگی تھی۔

”بلکہ کہ یہاں سب مجھ سے پوچھیں گے کہ میری جاب ایسی جاری ہے اور مجھے جھوٹ بولنا پڑے گا۔“

”جواب؟“

اس کا سانس تک رک گیا۔

”میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی۔“ اس نے تھوک لٹکا۔ جیسے یہ بتانا اس کے لیے کسی بوجھ سے کم نہ تھا۔ ”میری جاب چلی گئی ہے۔“

وہ ساکت بیٹھی اسے دیکھے گی۔ جیسے مظلوم نہ ہو کہ کیا رد عمل دینا چاہیے۔

”دراصل میں نے خود ہی نوکری چھوڑ دی

ہیں۔ اور جادو کے بارے میں، میں زیادہ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ سب سے خطرناک جادو....
 ”میاں بیوی کو چھڑا کرنے والا جادو ہوتا ہے....“
 کسی میرا قتلِ عمل کے تحت اس نے زیادہ کا تھرہ مکمل کیا۔ ”خود سوچ، کھمال! ہم نے پسند کی شادی کی تھی۔ پھر ایسا کیا ہوا کہ ہم دونوں ایک دوسرے سے اتنے ناراض رہنے لگے؟ میں تم سے باتیں چھانے لگا اور تم مجھے چھوڑ کے یہاں آ گئیں؟“ وہ اب نشوونگو کے اپنا سونیئر صاف کر رہا تھا۔ سرخ و جے حریف بھل گئے تھے۔
 وہ پلک بٹک بٹک، چمک کی چہرہ سفید پڑنے لگا۔
 ”جادو؟“ اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔ وہ بھی گئی تھی یہ چیزیں اس کا چھچھا چھوڑ چکی ہیں۔ لیکن میوزک باکس کی آواز، ماں کا خواب، وہ سب دیا ہی تھا۔
 ”ہوسکتا ہے ہمیں ایک دوسرے سے دور کرنے میں اس جادو کا ہاتھ ہو۔“
 ”یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔“ اس کا دماغ ایک دم بہت سے حصوں میں بٹ گیا۔
 کافی شغری ہو رہی تھی لیکن اسے پرواہ نہ تھی۔
 جدہ میں گزرے وہ آخری تکلیف دہ دن...
 کورنگ اپیس کے ہاتھ روم میں بیٹھ کے روتا...
 اکیلے چینگ کرنا اور زیادہ کا کمرے میں نہ آنا... وہ تمام شکوک جو زیادہ کے لیے اس کے دل میں دو آئے تھے... زیادہ کا خراب موڈ، گھر کا رخ ہوتا ماحول... کیا مظلوم وہ سب جادو ہو؟
 ورنہ زیادہ تو ایسا نہ تھا۔ وہ تو خود جاب کے لیے پریشان تھا۔ وہ اس سے جان بوجھ کے کچھ نہیں چھپا رہا تھا۔ وہ صرف اس کو ایک بہتر طرز زندگی فراہم کرنا چاہتا تھا۔ اس نے کیسے اتنی سی بات کو اسے اور اس کے درمیان آنے دیا؟ بہت سے مردوں کی جاب چلی جاتی ہے۔ وہ شرمندگی سے گھر میں نہیں بتاتے۔ بہت سے مرد بیویوں کے خاندان کی شادیاں انٹیڈ نہیں کرنا چاہتے۔ یہ روٹین میں ہوتا تھا۔ اس نے اس بات کو اتنا کیسے بڑا دیا کہ وہ اپنی زندگی زیادہ

بہ میری ذات کے مسئلے ہیں۔“ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بہت بے بسی سے کہہ رہا تھا۔ ”ہر شادی میں مسئلے ہوتے ہیں لیکن ہمیں ان کو حل کرنا ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو چھوڑ کے نہیں چلے جانا ہوتا۔ مجھے جب یہ احساس ہوا تو فوراً یہاں آ گیا۔“
 وہ کیف بحال نہیں تھا جو اگر اس سے جھوٹ بولتا تو وہ اس سے منہ موڑ لیتی یا اس کو زندگی سے نکال دیتی۔ وہ اس کا شوہر تھا۔ وہ اس کو مٹانے اس کے پیچھے آیا تھا۔ وہ کتنے ہی دن سے اس کے ایک سٹیج کے انتظار میں تھی۔
 اس کے کندھے ڈھیلے پڑنے لگے۔ پیشانی کی لکیریں مٹنے لگیں۔
 ”ہمارے درمیان اتنے فاصلے کیسے آ گئے ہیں؟“ کب اٹھائے پتھروں سے بنی سڑک پہ چلتے قدموں کو دیکھتے ہوئے وہ ملال سے بولی۔ اتنی شادی اس نے تصور نہیں کی تھی۔
 اسی پل کچھ عجیب سا ہوا۔ اچانک جیسے اوپر سے بارش ہوئی۔ وہ دونوں چوٹے۔
 نہ جانے کہاں سے چند قطرے زیادہ کے سفید سویٹر پر آن کرے۔ وہ پانی کے قطرے نہیں تھے۔ وہ خون کے تھے۔
 مالانے بے اختیار گردن اٹھائی۔ اوپر کچھ بھی نہ تھا سوائے آسمان یا چند سی گھر کے جو یونہی استیبل کی گیوں کا چکر لگا کے سمندر تک چلے جاتے تھے۔
 ”شاید.... یہ ہے ہمارے درمیان فاصلوں کی وجہ۔“ زیادہ نے نشو اٹھایا اور دھیرے دھیرے وہ قطرے صاف کرنے لگا۔ وہ جیسے شلی بیٹھی تھی۔
 ”کبیرہ تالی؟“ ذہن کے پس منظر میں ایک الارم سا بجایا۔
 ”وغنی ہو سکتی ہیں۔ امی نے مجھے ان کے بارے میں وارن کیا تھا۔ امی بہت نیک خاتون ہیں۔ ان کو سچے خواب آتے ہیں۔ انہوں نے خواب میں کچھ دیکھا تھا۔ کبیرہ تالی ہماری شادی کی سب سے بڑی مخالف تھیں۔ وہ جادو میں بھی مشہور

چاہئیں۔ بچے پیدا کرنے کے لیے ایک عمر بڑی ہے۔“
اس کے کندھوں سے گرا بوجھ ایک دفعہ پھر
دھیرے دھیرے واپس آنے لگا۔ مالانے سر ہلادیا
اور کافی کا ایک ادھونٹ بھرا۔ پھر مت بنایا۔

”انہوں نے میرے متع کرنے کے باوجود کافی
میں اتنی چینی ڈال دی ہے۔ میں بھی کب سے پئے
جاری ہوں۔ مجھے شوگر سے دانے نکلتے ہیں۔“
”آج بی لو۔ کچھ نہیں ہوتا۔“ وہ مسکرا کے
گھونٹ بھر رہا تھا۔ وہ پہلے وین کو آواز دینے لگی پھر
رک گئی۔ اس کا دماغ نہیں اور الجھ گیا تھا۔

زیادہ نے نامحسوس انداز میں ایک کانڈ کے خالی
ریم کو گول مول کر کے جب میں ڈالا۔ اس کی جب میں
چھو تو گر کہ پڑتے جو ایسے ہی کانڈوں میں لپٹے تھے۔

(تمہارے سامان کے ساتھ میں نے چھ شوگر
کیوز بھیجے تھے۔ بیٹے۔ جانتی تھی ایسا وقت آئے گا
جب میرا کیا ہوا دم کڑور پڑنے لگے گا اور تمہیں ان
کیوز کی ضرورت ہوگی۔ تمہیں اپنی ماں کی ضرورت
ہمیشہ رہے گی۔ استنبول جاتے ہوئے ان کو ساتھ لے
جانا۔ تمہاری بیوی پھر بھی تم پر شک نہیں کرے گی۔)
وہ مسکرا کے خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا جو ابھی
الجھی کی کافی پی رہی تھی۔ پھر رک کے جیسے یاد آیا۔
”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ میں کس ہوس میں
ہوں؟“

”مج لینڈ کرتے ہی میں نے معید کو کال کی
تھی۔ اس نے سر پرانز رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔“
”اوہ معید... اس نے ماتھے کو چھوا۔“ مجھے ویڈیو
کلک کے لیے بیکری جانا تھا۔ آپ آئیں گے۔“

”نہیں۔ میں تھکا ہوا ہوں۔ دپے بھی کپڑے
بدلنے پڑیں گے۔“ اس نے ایک افسوس بھری نظر
سفید سوئیٹر پہ بڑے داغوں پہ ڈالی۔ ”میں دوپہر تک
سوؤں گا۔ تم کیلی جلی جاؤ گی نا؟“ وہ بہت اطمینان
سے پوچھ رہا تھا۔

اس نے سر ہلادیا۔ دماغ کہیں اور پھنس چکا تھا۔

☆☆☆

سے الگ کرنے کا سوچنے لگی تھی؟ اس نے ایسا سوچ
بھی کیسے لیا۔

”آئی ایم سوری، زیادہ۔“ اس نے خود کو کہتے
سنائے۔ شاید میرے اوپر بھی جادو اثر کر رہا تھا۔ وہ
چھوٹی باتوں کو کسی حد سے بڑا بنانے کے دکھا رہا
تھا۔ ”وہ ابھی تک بے یقین ہی تھی۔“

”جو ہوا سو ہوا۔ اب ہم حریف ان چیزوں کو
اپنے درمیان نہیں آنے دیں گے۔“ اس نے
دھیرے سے اس کا ہاتھ تھاما اور بہت دھوق سے اس
کو یقین دلایا۔ مالانے کم صم سے اعزاز میں سر ہلایا۔
”لیکن آپ مجھ سے ہمیشہ سچ بولیں گے۔“
ایک واہمہ سا ابھی تک اندر سر اٹھا رہا تھا۔ لیکن اس
نے اسے دبا دیا۔

”ہمیشہ۔“ وہ مسکرایا۔ بہت دیر بعد وہ بھی
بالآخر مسکرا دی۔

دونوں نے اپنی اپنی کافی اٹھالی۔ گھونٹ
بھرتے ہوئے مالانے ایک نظر گھڑی کو دیکھا۔
”آج ماہی اور خور آرہے ہیں۔ میں خور سے
لٹنے کے لیے بہت ایکسائٹڈ ہوں۔“ بہت سا بوجھ
کندھوں سے اتر چکا تھا۔ وہ ایک دم خود کو بہت ہلکا
پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ یہ سب جادو ہی تھا۔ وہ ایسے
ہی اتنی پریشان رہی۔

”خور؟ اچھا ماہی کی بیٹی۔“
”ہاں۔ وہ مجھے بہت پیاری ہے۔“ پھر ایک
گھٹ سا دل میں سر اٹھانے لگا۔ ”آپ کو بچے پسند
ہیں زیادہ؟“

”سب کو ہوتے ہیں۔“ وہ مسکرایا۔
”آپ میرے اور اپنے لیے کیا سوچتے ہیں؟
یعنی... ہمارے بچے۔“
”مجھے بچے نہیں چاہئیں۔“ وہ ایک دم اتنی
تیزی سے بولا کہ وہ جہاں تھی وہیں رک گئی۔
”جی؟“

”مطلب... ابھی نہیں چاہئیں۔“ زیادہ سلطان
سنجھ گیا۔ ”کچھ سال ہمیں اپنے رشتے کو دینے

اطراف میں دوڑ گئیں۔ پھر وہ شناسائی سے مسکرائی۔
ہیریل سٹنگ ایریا میں ستون کے ساتھ تھپا بیٹھا
تھا۔ سر جھکائے۔ سامنے آن چھوڑا کافی کپ رکھا
تھا۔ ٹلگیا لباس، کان میں بالی، اداس چہرہ، زبردست وہ
کچھ بول رہا تھا۔

”ہیریل؟“ وہ کھٹکھٹاری۔
ہیریل نے چونک کے چہرہ اٹھایا۔ کچھ بولنے
بولتے رکا۔

کشمالہ مبین سامنے کھڑی تھی۔ سیاہ کارڈ ٹیکن پہ
زرد مقرر دوئل دے کر گردن میں لپیٹا ہوا تھا، جس سے
قاضی والا لاکٹ چپ گیا تھا اور کٹے بال منظر کی گرفت
میں مقید ہو گئے تھے۔ دائیں کندھے سے گزار کے
بائیں پہلو میں کراس باؤی بیگ تھا اور بڑا آنکھیں اسے
دیکھ کے دوستانہ انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

”مالا؟“
وہ چند قدم آگے آئی۔ اگلے ہی پل مسکراہٹ
عائب ہوئی۔

ستون کی اوٹ میں کوئی کھڑا تھا۔ وہ جو
دروازے سے دکھائی نہیں دیا تھا۔ وہ جس سے ہیریل
بات کر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں چائے کی پیالی تھی اور
بظاہر وہ ایک نئے دن کے لیے تیار سوٹ اور ٹائی میں
لباس تھا۔ آہٹ پہ وہ پٹلا۔ ایک نظر اسے دیکھا۔ اس کی
آنکھیں قدرے سرخ تھیں۔ جیسے دات بھر جا گیا رہا ہو۔
پھر اس نے چہرے کا رخ موڑ کے پیالی سے
گھونٹ بھرا۔

”خوش آمدید آئے۔“ ہیریل فوراً اٹھ کھڑا
ہوا۔ مالانے پھر سے باہر کو دیکھا۔ وہ کچھ نہیں بولا
تھا۔ وہاں اس کی موجودگی کی توقع نہیں کر رہی تھی۔ لیکن
وہ اس کی خاموشی کی توقع بھی نہیں کر رہی تھی۔

”میں معید کے ویڈنگ کیپ کے لیے آئی
تھی۔“ وہ چہرے پہ پھر سے مسکراہٹ لاتے
ہوئے، آگے آئی اور پرس کندھے سے آزاد کرتے
ہوئے صوفے پہ بیٹھی۔ اسی پل ایک عینک والی پستہ
قد لڑکی کچن سے آئی دکھائی دی۔ مالا کو دیکھ کے وہ

”آپ کا داغ کہاں پھنسا تھا؟“
راہین اب صوفے پہ بیٹھی زعفر سے ہمیر
منوشتہ دانتوں سے کترتے ہوئے اس کو دیکھ رہی تھی
جو سامنے دائیں بائیں ہل رہی تھی۔

”زیادے کہا کر وہ اگلے چند سال تک بچوں
کے جھجھٹ میں نہیں بڑھتا چاہتا۔“
”یعنی اب آپ کھٹرا پیش لینے پہ کھلی محسوس
نہیں کریں گی۔ مسئلہ ہی ختم۔“

”مسئلہ ختم نہیں ہوا۔ راہین۔ اسے بچے کیوں
نہیں چاہیے تھے؟“ مالا نے بارمان کراسے دیکھا۔
راہین نے منافقت کا کاس ایک طرف رکھا اور
سوچنے لگی۔

”کیا فرق پڑتا ہے؟ آپ خود بچے نہیں
چاہتیں۔ سو اگر۔“

”میں ابھی نہیں چاہتی۔ لیکن چند ماہ بعد... یا
اگلے سال تک میں چاہوں گی کہ ہمارے بچے
ہوں۔ لیکن وہ ایسا بالکل نہیں چاہتا۔ کیوں؟“
راہین نے ایک الجھی ہوئی نگاہ میز پہ اٹے
سیدھے رکھے کاغذوں پر ڈالی۔

”کیا اس بات کا ان کاغذوں سے کوئی تعلق ہے؟“
دائیں بائیں چکر کا کٹی مالا ٹھٹھک کے رکی۔
اس کے چہرے کی رنگت بدلی۔ تھوک نکلا۔
”نہیں۔ ان کے بارے میں تمہیں بتاؤں گی۔“

”کب؟“ وہ سہنس سے اب پور ہونے لگی
تھی۔ بالرش ویش میں کھڑی انگلیاں مروڑتی رہتی۔
وہ جیسے کسی نفیوڈن کا شکار تھی۔ وہ کچھ بتانا چاہتی تھی
لیکن... کچھ تھا جو اس کی زبان پکڑ لیتا تھا۔
”کیا آپ بیکری کس؟“ راہین نے مایوس ہو
کر کوک کا تین اٹھایا اور اسے کھولنے لگی۔

☆☆☆

نشان تیشی میں بنی اس بیکری کے اندر کافی بینز
کی خوشبو پھیلی تھی۔

مالا اندر داخل ہوئی تو گلابی اور سفید رنگوں سے
سجا ایک سٹنگ ایریا دکھائی دیا۔ اس کی مستلاشی نگاہیں

شہری۔ آنکھیں مٹھو کر انداز میں چھوٹی ہوئیں۔
باری باری سب کے چہرے کے تاثرات دیکھے۔
”شبنم...“ بیربل نے اسے اشارہ کیا۔ ”جہن
میں کشمالہ حاتم کے لیے کافی آرڈر کر دو پلیز۔“
شبنم کا منہ مل گیا۔

”وہ باغیان کی بیٹی؟“

”باغیان؟“ وہ چونکی۔

”نک...“ کچھ نہیں...“ بیربل گڑبڑا کے
تیزی سے شبنم کی طرف ہلکا۔ وہ یہاں سے اس کا چہرہ
نہیں دیکھ سکتی تھی۔ کن وہ جلد ہی حیران پریشان کھڑی
شبنم کو زبردستی چن کی طرف لے جاتا دکھائی دیا۔
ستون کے ساتھ کھڑا شخص بالکل خاموشی سے
اپنی جانے کے کھنٹ بھر رہا تھا۔

مالا نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ پھر چہرہ اٹھا
کے تنیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

”کل رات میں نے تمہیں کال کی تھی کیونکہ...“

”ماٹ اسٹریٹ؟“ اس نے نگاہ ملائے بغیر ایک
اور کھنٹ بھرا۔ کشمالہ کے چہرے پہ پہلے آنکھیں
اچھری اچھری گواہی۔

”تم نے خود کہا تھا اگر ہلال کے...“

”کشمالہ بی بی...“ اس نے بیانی زور سے میز
پر رکھی۔ ”مجھے آپ کی مدد نہیں چاہیے۔ میں اپنی بہن
کو خود ڈھونڈ سکتا ہوں۔“

وہ واپس سیدھا کھڑا ہوا۔ وہ اب بھی اس کو
نہیں دیکھ رہا تھا۔ کشمالہ کا چہرہ ہلکا گلابی ہوا۔

”قائن پائی می۔“ وہ چہرہ موڑ کے جہن کے
دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ اسی بل بیربل آتا

دکھائی دیا۔

”سوری، شبنم کے لیے۔“ وہ شرمندہ لگ رہا
تھا۔ ”دراصل اس کا قصور نہیں ہے۔ بچپن میں وہ اپنی

ماں کے ہاتھ سے گر گئی تھی۔ ایسی۔۔۔ جوت گئی
کر۔۔۔۔۔“ اس نے کبھی تک انگلی لے جا کر دائرہ

بنایا۔ وہ پھر کا سا مسکرا دی۔
”تم کیسے ہو؟“

”جس کا میرے جیسا بھائی ہو اسے ٹھیک ہو
کے صبح کام آتا ہی پڑتا ہے۔“ بیربل نے ایک
شاکی نظر اس شخص پر ڈالی جو بیٹی سے اپنی بیانی میں
مزید چائے اٹھیل رہا تھا۔

”اگر تم ٹھیک نہیں ہو تو ہم کہیں اور سے ایک
لے لیتے ہیں۔ یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔“

”تو یہ تو بہ۔“ اس نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔
”یہ ایک ماہر ہے کا تھ ہے۔ اگر میں نے نہ بتایا تو وہ

آپ کے بھائی کو کسی عمارت کا ماڈل گفٹ کر دے
گا۔ اس کو کٹ کے کیسے کھائیں گے؟“

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی نہیں دی۔ کن آنکھوں سے
وہ اس شخص کا نیم رخ دیکھ سکتی تھی۔ وہ اسی طرح کھڑا

تھا۔ کیا اسے چاہئے جینی گئی؟ یا وہ دونوں بھائی کی بات
کے درمیان میں تھے جسے اس نے گل کر دیا تھا؟

”میں نے تمام فلیورز منگوائے ہیں۔ آپ ٹیسٹ
کر کے بتاؤں۔ ویسے آپ اپنے ہر چیز کو ساتھ نہیں

لائیں؟ سنا ہے کل رات وہ بھی اسٹینڈل پہنچ گئے ہیں۔“
جہاں وہ بری طرح چونکی، وہاں ماہر فریڈ نے

تیزی سے بیانی نیچے کی اور اسے آنکھوں سے چپے
کوئی اشارہ کیا۔

”تمہیں کیسے معلوم؟“ اس نے براہ راست
ماہر کو دیکھا۔

”معید سے سنا تھا۔“ اس نے شانے
اچکائے۔ وہ جنوز اس کی طرف نیم رخ کیے کھڑا تھا۔

”معید سے؟“ کچھ تھا جو اسے برا لگا تھا۔ معید کا
زیادہ کے بارے میں ان کو بتانا باہر بل کا ”کل رات“

کہنا۔ وہ صبح آیا تھا۔ پھر اس نے کل رات کیوں کہا؟
وہ پوچھتا چاہتی تھی لیکن وینٹر سے لیے

آگیا۔ پھر چند پلیٹیں میز پر رکھیں۔ ہر پلیٹ میں
ایک ایک سلاش اور ایک پیچ رکھا تھا۔ یہ ایک ٹینٹنگ

تھی جو کیک کا آرڈر دینے سے قبل ہونا ضروری
تھی۔ تمام سلاشوں کے رنگ اور شکلیں مختلف تھیں۔

”یہ ہمارے سلیپر فلیورز ہیں۔ آپ ایک ایک
کر کے سب ٹرائی کریں۔“ بیربل کا موڈ قدرے بہتر

ہوں۔ اس کے جسم سے انسانی روح نکلے برسوں بیت چکے۔ کھانا پینا تو صرف دکھاوا ہے۔ اصل میں چار جنگ سے چلتا ہے۔“

وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی۔
”ایسے تیس نایاب ہوتے ہیں۔ لیکن ماشاء اللہ ہمارے خاندان میں ایسے دو ہیں۔“ انگلیوں کی وکڑی بنا کے دکھائی۔ ”یہ لائٹ میری ماں کا تھا۔ تھیں آپ کو دوسرے رولٹ نے دیا ہوگا؟“ وہ عام سے انداز میں پوچھ رہا تھا۔

”تمہیں پتہ چاہے گا کہ ہمارے گھر کی چیز کسی اور کو دے دی گئی۔“ اس کا دل بوٹ گیا۔
”مجھے غریب کی ساری پر اپنی اٹھا کے کسی اور کو دے دی گئی ہے۔ میں کس کس چیز کا غم مناؤں؟“ وہ ہنس دیا تو وہ بھی مسکرا دی۔ پھر ایک نظر دروازے کو دیکھا جہاں سے وہ گیا تھا۔

کل آفس میں جو شخص اس سے ملا تھا، جو اس کو کار میں ڈراپ کروانے کی پیشکش کر رہا تھا، وہ کوئی اور تھا۔ کچھ بدل گیا تھا اس میں۔ اس نے اپنی اٹا اپنے اور کیف کے تمام مسئلے پس پشت ڈال کے اسے ہلال کے لیے فون کال کی تھی، اسے لگا تھا وہ مزید جانتا چاہے گا، گو کہ اس کے پاس بتانے کو کچھ نہیں تھا۔ یا شاید وہ شکر گزار ہوگا۔ لیکن یہاں... وہ جیسے اس سے احتراز برت رہا تھا۔

”کیک؟“ بیرٹل نے یاد دلایا۔ ”ویڈنگ کیک کے تین tiers (منزلیں) ہوں گے۔ سب سے نیچے tier کو۔“

”سب سے بھاری ہونا چاہیے۔ جیسا کہ ریڈ ویلیوٹ۔“ ایک پلیٹ اس کی طرف کھسکائی۔ بیرٹل کے الفاظ منہ میں رو گئے۔ وہ شجیدگی سے کہہ رہی تھی۔

”لیکن اس میں مجھے کریم چیز فلنگ چاہیے۔ دوسرا... tier...“ اس نے جچے سے ایک دوسری پلیٹ پر دستک دی۔

”چاکلیٹ فلیو کیک کا ہونا چاہیے۔ اس میں

تھ لیکن انداز میں بے دلی اور سستی تھی۔ جیسے وہ اپنے بھائی کے مجبور کرنے سے یہاں آیا ہو۔
وہ خاموشی سے کیک سلائز کو دیکھے گئی۔ اس نے کل رات کیوں کہا؟

ویٹر سامنے سے ہٹا تو مالانے چہرہ اس کی طرف اٹھایا۔
”تم نے۔“

”شبنم... ہم آفس واپس جا رہے ہیں۔“
ماہر نے بلند آواز میں اپنی بیکٹری کو بکارا۔
سوال کشمالہ مبین کے حلق میں دم توڑ گیا۔ بیرٹل نے اسے گھورا لیکن وہ ان کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا۔

شبنم فوراً ہی کچن سے نکل کے آئی۔
”شیور ماہر بے!“ وہ خواہ مخواہ ہی مسکرائے جا رہی تھی۔

ماہر نے جھک کے پیالی رکھی اور اسی لمحے مالا نے سر جھکا کے پیچ سے کیک کاٹا تو ڈا۔
کچھ تھا جو ٹکا ہوں میں چکا تھا۔ وہ چونک کے سیدھا ہوا۔ نظر اس کے کارڈینل پر ٹھہر گئی۔
”یہ لاکٹ...“ وہ بتا چکا جھپکائے مقرر میں ابھی سیاہ قاتح کو دیکھ رہا تھا۔

”یہ تمہارے پاس کیسے آیا؟“
”میں بتانے میں اعتراض نہیں ہوں۔“ وہ اب ایک ایک کیک سلائز جکھ رہی تھی اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

وہ ہنوز بے یقینی اور الجھن سے اس لاکٹ کو دیکھ رہا تھا جب شبنم کھٹکھٹا دی۔

”ماہر بے... دروازہ اس طرف ہے۔“
مسکرا کے دروازے کی جانب اشارہ کیا۔

ماہر نے بس ایک گھورتی ہوئی نظر اس پر ڈالی اور آگے بڑھ گیا۔ وہ اسی معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ اس کے پیچھے لپکی۔ بیرٹل نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا۔

”میں اپنے بھائی کی طرف سے معذرت خواہ

اطراف میں چلتے سیاح، کیف ز، شاہیں، کچھ بھی اس کے لیے پرکشش نہیں تھا۔ اس نے سوچا تھا استنبول آئے گی تو خوب محوے پھرے گی۔ کسی سیاح کی طرح۔ اس سے پہلے وہ دفعتاً شہر میں آئی تھی۔ ایک دو دن کے لیے، کسی گروپ کے ساتھ، کسی کانفرنس کے لیے۔ اکیلے اپنے قدموں پہ شہر دیکھنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

لیکن اس بار وہ زیادہ کے ساتھ اس شہر کو ضرور ایک پلور (دریافت) کرے گی۔

اور زیادہ کے خیال سے کچھ اور یاد آیا۔
”میں چار بجے نہیں آسکوں گی، مالک صاحب۔“ وہ ایک دکان کے فرنٹ پہ بنے زینوں پہ بیٹھ گئی اور ان کو متوجہ کئے گی۔ صبح بھیجی تھی تھا کہ ان کی کال آنے لگی۔ آف۔

”کیوں؟ آپ کی فائل تیار ہے۔“
اس کے ساتھ ایک سمت (ٹرکس ٹیکل) بیچے والا اپنا سرخ کارٹ لے آئے کھڑا ہوا تھا۔ گول، خستہ سمت کی خوت جو اس تک اپنا راستہ بنانے لگی۔
”آپ نے درست کہا تھا مجھے اس سے بات کرنی چاہیے تھی۔ ہم نے بات جیت کے ذریعے اپنا مسئلہ حل کر لیا ہے۔“

”میں نے کہا تھا اس سے بات کریں۔ یہ نہیں کہ اس کی ہر بات کا یقین کریں۔ اس نے کوئی کہانی سنائی اور آپ نے مان لی؟“

”میں ایک مری ہوئی عورت کی وجہ سے اپنا گھر نہیں خراب کرنا چاہتی۔“ کارٹ والے نے ایک گول سمت پکڑ کے اس کی طرف بڑھائی۔ اس نے مسکرا کے نفی میں سر ہلایا۔ صبح ہی صبح اسے کاربو بھی نہیں۔

”اور اپنے شوہر کی جاسوسی کرنا کوئی اچھی بات نہیں ہے۔ میں اس سے محبت کرتی ہوں اور اس پہ یقین کرنا چاہتی ہوں۔“

”یہ محبت ہے نہ یقین۔ یہ خوف ہے۔“
مالک فرید اس وقت کیف کے آفس کی یا لکونی میں بیٹھے تھے۔ یہاں سے ان کو زارا کے آفس کی

ٹیلیفون چاکلیٹ ganache ہوگی۔
”پھر ایک پلیٹ اٹھا کے درمیان میں رکھی۔“
”اور سب سے ہلکا ایک یعنی کوکوٹ ایک ٹاپ ٹیمر ہوگا تم اس کو لین کر ڈفلنگ کے ساتھ بنا سکتے ہو؟“
”آف کورس۔“ وہ کھلے دل سے مسکرایا۔
”آپ کو کیس پسند ہیں؟“
اس نے جواب نہیں دیا۔ بس مسکرا کے اطراف میں دیکھا۔
”کیسی جاری ہے آپ کی بیکری؟“ انداز سرسری تھا۔

”جبت کا میاب۔“
”اسی لیے ایک بھی گاہک نہیں ہے۔“ اس نے غور سے ہیرل کو دیکھا۔
”پھر بھی آپ یہاں بیٹھی ہیں۔“ وہ ڈھٹائی سے مسکرایا تو وہ ہنس دی۔

”امید ہے کلک اچھا ہوگا۔“ وہ پرس اٹھاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا۔
”ہمارے کلک جیسا ڈانقہ فلیش لائٹ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گا۔“
اس کی مسکراہٹ عائب ہوئی۔

”فلیش لائٹ؟“ وہ جہاں بھی وہیں ٹھہر گئی۔
”محاورہ بول رہا ہوں۔ جیسے“ ہیرل نے ناخن سے شیو کھائی۔ ”جیسے لیپ لے کر کچھ ڈھونڈنا... علامتی طور پر۔“

”علامت۔ فلیش لائٹ ایک علامت ہے۔“
وہ جیسے خود سے بولی۔ ”لیکن کس چیز کی؟“
”کیا مطلب؟“ وہ حیران ہوا۔ لیکن وہ کچھ کہے بنا تیزی سے باہر کی طرف بڑھ گئی۔
وہ اچھنبے سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ پھر افسوس سے بڑبڑایا۔

”شاید یہ بھی بچپن میں گری ہو۔“

☆☆☆
ہیرل کی بیکری سے نکل کے وہ اسٹریٹ میں یونہی چلتی رہی۔ ذہن کسی دوسرے نقطے پہ لچکا تھا۔

ہوئے موبائل پہ اس کی فلم بنا رہا تھا۔ آس کریم والا بار بار سلاخ سے چمپی آس کریم اس کی طرف بڑھاتا۔ پھر اسے بچھ لیتا۔ وہ ہنسنے جارہی تھی۔

”اس کے لیے آپ اپنے تمام اسٹینڈرڈز ایک ایک کر کے نچے کرنی چاہئیں گی۔ آپ اسے ہر دفعہ معاف کر دیں گی۔“

(فرچ کٹ والا آدمی پولیس اسٹیشن کے ایک کاؤنٹر پہ کھڑا تھا۔ ایک آفسر اسے گرفتاری کے وقت خطبہ کی تمام اشیاء واپس کر رہا تھا۔ اس کا فون۔ سیاہ نعوید۔

”غالب نواز تم جا سکتے ہو۔“ قریب کھڑے چکین نے بغور اس کو دیکھتے ہوئے اطلاع دی۔ اس نے نعوید اٹھا کے گردن میں پہنا اور مسکرا کے آگے بڑھ گیا۔

”آپ جب بھی اس کے جھوٹ پہ اسے چھوڑنے کا سوچیں گی، آپ کو وہ گزربے ہوئے ماہ و سال یاد آئیں گے جو آپ نے اس شخص پہ لگائے تھے۔ چاہے وہ ایک سال ہو۔ (بیت سے زارا کو دیکھا) یا کئی برس۔ اب اس شخص کو چھوڑ دینا ایسے ہے جیسے وہ سال ضائع کئے۔“

(غالب نواز کے پولیس اسٹیشن پہ نکلے ہی ایک چھوٹی، میلی کار جس کی چھت سفید سی، ست روی سے اس کے پیچھے ہوئی۔ اس میں ڈرائیوگر سیٹ پہ ایک بھاری بھر کم آفسر بیٹھا جس کے ایک ہاتھ میں سینڈویچ تھا۔ وہ بار بار ڈرائیو کرتے ہوئے سینڈویچ کا ایک لقمہ دانتوں سے توڑتا۔)

”اس کو چھوڑ دینا ایسے ہے جیسے اتنا عرصہ اس شخص پہ کی گئی جذباتی انویسٹمنٹ غلطی۔ جیسے آپ غلط تھیں۔ اور اگر یہ مان لیا کہ آپ غلط تھیں تو خود کا سامنا کرتے ہوئے خوف آئے گا۔“

(ایک کئی کنال کے خالی پلاٹ کے سامنے اس وقت بہت سے لوگ کھڑے تھے۔ کیمرو کریو۔ ڈر کرز۔ سفید ہیلیکپٹ پہننے بہت سے افراد۔ ایک طرف ایک بڑے اسٹینڈ پہ فلکس لگا تھا جس پہ ایک

کھڑکی دکھائی دے رہی تھی۔ وہ کرسی پہ براجمان کھٹا کھٹ کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ چہرہ مطمئن تھا۔

”جانتی ہیں لوگ مجھے ناپسند کیوں کرتے ہیں؟ کیونکہ میں ناپسندیدہ سچ بولنے کا عادی ہوں۔ یہ خوف ہے، کشمال۔“ وہ زارا کو دیکھ رہے تھے۔ وہ اب ریسیور اٹھائے مسکرا کے کسی سے بات کر رہی تھی۔

”کس چیز کا خوف؟“

”جب عمر کا تیسواں سال قریب آتا ہے اور آنکھوں کے گرد جھریاں آنے لگتی ہیں تو ہر عورت کی طرح آپ بھی خوف کا شکار ہو رہی ہیں۔ اکیلے رہ جانے کے خوف کا۔“

(ہوٹل کی لابی میں ماعی کے بیگز اور اسٹالر کھڑا تھا۔ وہ مالا سے مکمل رہی تھی اور معید مسکرا کے انہیں دیکھ رہا تھا۔ یاد بھی ساتھ کھڑا تھا اور اس کے ہوتوں پہ بھی مسکراہٹ تھی۔ وہ ایک نارمل فیملی لگ رہے تھے۔)

”اس نے آپ کو ایک کہانی سنائی، اور آپ نے یقین کر لیا؟ نہیں۔ آپ کو مظلوم ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ مگر آپ کو ایک بہانہ چاہیے تھا اس کو معاف کرنے کا۔ کیونکہ تیار ہ جانے کا خوف جان لیوا ہوتا ہے۔“

(محضر بل چکا تھا۔ اسی لابی میں اب مالا اور ماعی صوفوں پہ بیٹھ رہی تھیں۔ فضا نعید اندر داخل ہوا۔ اس کے ساتھ ایک دہلی چکی اسٹیپ کنگن والی لڑکی بھی۔ مالا مسکرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔ البتہ ماعی نے ناک مسکڑا۔

”ہونہ۔ پلاسٹک کی گڑیا۔ ماں ہوتی تو اسے کبھی...“ مالا نے اس کا ہاتھ دیا۔ وہ خاموش ہوئی۔)

”کل تک آپ اس کو چھوڑنا چاہتی تھیں لیکن آئینہ آپ کو متنبہ کرتا ہے کہ یہ جوانی اور خوب صورتی ہمیشہ نہیں رہے گی۔ اس کو چھوڑ دیا تو اب دوسرا کوئی نہیں ملے گا۔“

(وہ دونوں اسٹریٹ کارز پہ آس کریم کی دکان کے سامنے کھڑے تھے۔ وہ ہنسنے ہوئے ہاتھ بڑھائے کون پکڑے کھڑی تھی۔ زیادہ مسکراتے

”کیا میں غلط انتخاب کر رہی ہوں؟“ وہ سست کے سرخ کارٹ کے ساتھ بیٹھی، فون کان سے لگائے، اداسی سے پوچھ رہی تھی۔

”زندگی میں ہر انتخاب غلط یا درست نہیں ہوتا لیکن نتیجہ ہر انتخاب کا ہوتا ہے۔ سزا یا جزا۔ اس نتیجے کے ساتھ آپ کو تمام عمر رہنا ہوگا۔ آپ کو جب بھی سرینہ کی قائل چاہیے ہوگی، میں ایک فون کال کے قائل رہوں گا۔“

☆☆☆

”اسٹنڈل جیسا خوب صورت شہر بھی آپ نے انجوائے نہیں کیا؟“

راہین اب کچن کاؤنٹر کے سامنے کھڑی برتن سمیٹتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”کیسے کرئی؟ سوائے ایک آکس کریم دلانے کے، زیادہ نہیں بھی میرے ساتھ باہر نہیں گیا۔ مجھے ٹریول کرنے کا شوق ہے۔ اسے قدموں پہ کسی انجان شہر میں کئی میل چلنے کا۔ لیکن کوئی ساتھ تو ہوا۔ کیلے کہاں خرہ آتا ہے۔“

وہ کاؤنٹر کے پیچھے رکھے اسٹول پہ بیٹھی اداسی سے کہہ رہی تھی۔

راہین نے اختلاف کے لیے لب کھولے، پھر ارادہ تبدیل کر کے کینٹ کھولنے لگی۔

”میں چائے بنا رہی ہوں۔ آپ بتائیں، پھر آگے کیا ہوا؟“

”لڑائی۔“

راہین نے چونک کے اسے دیکھا۔

”کس کی لڑائی؟“

☆☆☆

”تمہارے خیال میں فلیش لائٹ کس چیز کی علامت ہے؟“

ریسٹوران ایریا میں اس صبح بنے بریک فاسٹ زور و شور سے جاری تھا۔ انڈوں، ٹرس، بیگل (ہست) اور کافی کی لمبی جلی مہک نے سارے کو معطر کر رکھا تھا۔ ایک طرف آلیٹ سیکشن تھا جہاں

سرخ عمارت کا ماڈل چھپا تھا۔ سامنے ماہر کھڑا تھا۔ سفید انجینئر ہیلٹ پہنے، وہ مسکرا کے کدال کے ذریعے زمین پہ ضرب لگا رہا تھا۔ گراؤنڈ بریکنگ تقریب میں آئے افراد نے بے اعتدال تالیاں بجاائیں۔ مبارک سلامت کی آوازیں گونجیں۔ تالیاں بجانے والوں میں زارا بھی تھی۔

”اور خوف ایک ایسا ہے جو بار بار جلتا ہے۔ لیکن ہر دفعہ اپنی راگھ سے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔“

”(معید...)“ زیادہ اور مای بوئے ٹیکل سے کھانا لینے گئے تھے جب مالانے معید کے قریب جھک کے پوچھا۔

”تم نے زیادہ کے آنے کے بارے میں ماہر کو بتایا تھا؟“

”نہیں۔ میں کیوں بتاؤں گا؟“ وہ حیران ہوا تھا۔ وہ خاموش ہوئی۔

یہ یہیں ختم نہیں ہوگا۔ یہ اس کا آخری جھوٹ نہیں ہوگا۔ نہ یہ آخری دفعہ ہوگا جب آپ اس کا کچ جانے کی کوشش کریں گی۔ لیکن انجام ہر دفعہ یہی ہوگا۔

”آپ نے پہنچ نہیں کیا؟ ہم واک یہ جا رہے تھے۔“ وہ ہاتھ روم سے نکلی تو اسے کھڑکی کے ساتھ صوفے پہ بیٹھے، لپ ٹاپ پہ مصروف دیکھ کے ٹھٹھک گئی۔ زیادہ نے چہرہ اٹھا کے بے چارگی سے اسے دیکھا۔

”سوری۔ میں آج شام لکھنا چاہتا ہوں۔ بہت مشکل سے ذہن بن رہا ہے۔ تم خود چلی جاؤ۔ یا مای کو ساتھ لے جاؤ۔“ واپس اسکرین کی طرف متوجہ ہو گیا۔ اس کا چہرہ ابجھ سا گیا۔

اب وہ جھکے کندھوں اور اداس چہرے کے ساتھ باہر اسٹریٹ میں چل رہی تھی۔ ہر شے بے رونق تھی۔

”میں سمجھا تھا آپ مختلف ہیں۔ زیادہ بہادر۔ کم عقل مند۔ لیکن آپ کے خوف بھی دوسری لڑکیوں جیسے ہیں۔ (وہ زارا کو دیکھ کے کہہ رہے تھے)۔ آپ اسیلہہ جانے سے خوف زدہ ہیں۔“

رہی تھیں غالباً۔“ مائی کی نظروں میں حطی ابھری۔
معید نے سر جھکائے، چھری کا نئے سے آلیٹ
توڑتے ہوئے محض کندھے اچکا دیے۔ وہ اتنا تھکا ہوا
تھا کہ تردید بھی نہیں کر پار ہوا تھا۔

”میں نے انشا پہ اس وینو کو دیکھا ہے جو تم نے
سلیکٹ کیا ہے، معید۔“ مالا نے اسے باز رہنے کا
اشارہ کیا لیکن وہ مائی تھی۔ ”اتنے پیسے کہاں سے
آئے اس ابھر جیسی نکاح کے لیے؟“
”بانگ سے اور کہاں سے۔“ معید کا موڈ اب
خراب ہو رہا تھا۔

”ہونہر۔ خراخوا کی فضول خرچی۔“ مائی منہ بنا
کے پلیٹ پہ جھک گئی۔
البتہ کھانا خوشگوار تھا روک کے اسے دیکھا۔
”بانگ کے ٹھیکے سے؟ وہ تو چند ہزار سے زیادہ کا
نہیں ہوتا۔“

ایک سرخ جتنی ذہن میں چلے بیٹھے تھے۔
معید نے پانی کا گھونٹ بھرا۔ پھر چہرہ اٹھا کر
اسے دیکھا۔

”میں نے بانگ بیچ دیا ہے۔“
”معید!“ وہ دونوں ایک ساتھ جی تھمیں۔
”تم نے شادی کے لیے بانگ بیچ دیا؟“
”اس فضول خرچی کی کیا ضرورت تھی؟“ مائی
کو یقین نہیں آ رہا تھا۔

”فضول خرچی کا مسئلہ نہیں ہے، مائی۔“ مالا
ایک دم غرائی ساتنی زور سے کہ مائی بھی چپ ہو گئی۔
”اس بانگ میں میرا اور مائی کا بھی حصہ تھا۔“
”یار مجھے پیسے چاہیے تھے۔ میں کہاں سے پورا
کرتا۔“ وہ جیسے انکا گیا۔

”جہاں سے بھی کرتے مگر میری اور مائی کے
حصے کی زمین نہ بیچتے۔ ہم نے تمہیں پاور آف آٹارنی
اس لیے دیا تھا کہ ہم پاکستان میں نہیں تھے۔ اس بانگ
میں تمہاری بہنوں کا شری حق تھا۔“ اس نے زور
سے منہ بیچ کے میز پر رکھی۔ ایک کاٹنا پھل کے نیچے
جا گرا۔

شیف تازہ آلیٹ بنا رہا تھا۔ معید اپنا ناشتہ لیے میز
تک پہنچ چکا تھا جبکہ وہ دونوں آلیٹ کے انتظار میں
پلیٹیں لیے شیف کے سامنے کھڑی تھیں۔ وہ ابھی
مائی کا آلیٹ تیار کر رہا تھا۔

”فلش لائٹ؟“ مائی نے تسکینی سے اسے دیکھا۔
”میں نے ہاں کو خواب میں دیکھا۔ دو
دفعہ انہوں نے مجھے فلش لائٹ ڈھونڈنے کے لیے
کہا۔ خواب میں دکھائی دینے والی چیزیں عموماً
علامت ہوتی ہیں۔“

مائی سوچ میں پڑ گئی۔ اسی لمحے شیف نے
اشارہ کیا۔ اس نے جلدی سے اپنی پلیٹ آگے کی۔
”فلش لائٹ روشنی کی علامت ہے۔ ایسی چیز
جو عام حیرے میں دیکھنے کے لیے استعمال کی جائے۔“
شیف اب گلیا گلیا سا زرد آلیٹ اس کی پلیٹ
میں اٹھل رہا تھا۔ ترک اس کو سا دے آلیٹ (سادہ
آلیٹ) کہتے تھے۔

”شرم چھ آلیٹ۔“ اپنا آرڈر نوٹ
کروا کے اس نے عجب سے مائی کو دیکھا۔ ”ماں کو
روشنی کیوں چاہیے؟“

”شاید چھین جائیے؟“
وہ گم صم سی آلیٹ بار میں بنے مختلف خانے
دیکھے گئی۔ وہاں ہر رنگ کی شے موجود تھی۔ کئی
بنریاں۔ خنیر۔ شردم۔

اسے روشنی کیوں چاہیے تھی؟
”مجھے خوشی ہے کہ تم آئی ہو مائی۔“ وہ تینوں
دوبارہ اپنی میز پہ بیٹھے تھے جب معید نے زری سے
بات کا آغاز کیا۔ ساتھ رکھے اسٹرلر میں حور عین سو
رہی تھی۔ مائی مسکرا دی۔ پھر ایک تنقیدی نظر معید کی
پلیٹ پہ ڈالی جو آلیٹ، ملائی، سا بھج اور کئی طرح کے
خنیر سے بھری ہوئی تھی۔

”کل نکاح ہے تمہارا۔ تمہیں ڈائیننگ پہ ہونا
چاہیے۔“
”میں تھک چکا ہوں تیاری کرتے کرتے۔“
”ہوں۔ کافی لمبے عرصے سے تیاریاں چل

اسٹرڈر میں سوتی حور کو دیکھا جو صد شکر ابھی تک نہیں جاگئی تھی۔ پھر ماتھے کو چھوا۔

”اس نے صرف شادی کے لیے فضول خرچی....“

”پھر تم فضول خرچی کی بات لے کر بیٹھ گئی ہو۔“ وہ اس پر غصہ ہوئی۔ ”وہ کرے فضول خرچی۔ شوق سے کرے لیکن اپنے پیسے سے کرے۔ وہ یوں ہمارا حق نہیں بچ سکتا۔ بہنوں کا جائیداد میں حق ہوتا ہے جو جھیز دینے سے سلب نہیں ہو جاتا۔ جھیز گنت ہوتا ہے۔ جیسے بیٹی کو دیا جاتا ہے ویسے ہی بیٹیوں کے خرچے ساری زندگی اٹھائے جاتے ہیں۔ وہ نقص ہوتے ہیں۔ حق نہیں۔ گنت دیں یا نہ دیں۔ اس کی پوچھ نہیں ہے۔ حق کی ہے۔ معید نے ہمارا حق مارا ہے۔“ اس نے گلاس اٹھایا اور ایک ہی گھونٹ میں سارا پانی غٹاٹ فی گئی۔ چہرہ ابھی تک سرخ تھا۔

”میں تو آتا ہی نہیں جا ہتی تھی۔ تم نے مجھے ایوٹل کر دیا تھا۔“ مای کو بالآخر موصّل کیا تھا۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ وہ اگلا گلاس پینے لگی۔ اسے سانس لینے تھے۔ اسے خود کو پرسکون کرنا تھا۔

لیکن۔۔۔

کن اکھیوں سے اسے دکھائی دیا۔ ہال کے داخلی حصے سے کوئی چلا آ رہا تھا۔ وہ اس کو ہٹا دیکھے بھی پہچانتی تھی۔ مانوس قدموں کی چاپ۔ مانوس پرنٹوم۔ مانوس آواز۔

(اف... ابھی نہیں۔ آج صبح نہیں۔)

وہ ان کی میز کے قریب رکا۔

”میلوون ان فنٹی.....“

مای بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ماہر....“

☆☆☆

یاسمین کے آفس کی کھڑکی کے باہر برستی بارش اب رک چکی تھی۔ شیشے ہنوز گیلے تھے۔ وہ ٹھوک شال کی طرح لپیٹے اسی طرح کاؤچ پہ بیٹھا تھا۔ سامنے میز

”بس کرو یار۔“ معید نے غصے سے پلیٹ پرے کی۔ ”ماں نے تم لوگوں کو شادیوں پر اتنا کولڈ اور جیز بھی دیا تھا۔ مالا کی شادی کا اناؤنٹ بھی انہوں نے الگ سے شخص کیا تھا۔“

”جھیز الگ چیز ہوتی ہے، معید اچھے ہمیں جھیز دیا ویسے ہی تمہارے قارن ٹرپس اور پڑھائی پہ بھی بہت خرچ کیا ہے ماں نے۔ جھیز دینے سے جائیداد کا حصہ تم نہیں ہو جاتا۔ تم سے آدھا کئی لیکن وہ ہمارا حصہ تھا۔“

”یار وہ اتنا ہنگامہ کیا نہیں تھا۔ چھوٹا اور سستا تھا۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔ مجھے پیسے چاہیے تھے۔“

”تمہیں اعزاز بھی ہے کہ تم نے کیا کیا ہے؟“ وہ دبا دبا سا چلائی۔ ارد گرد لوگ مڑ کے انہیں دیکھنے لگے۔

”میں نے ظہیر کے ساتھ پارٹرشپ نہیں کی کیونکہ میں ماں سے پیسے نہیں لینا چاہتی تھی۔ کیونکہ

ماں کے پاس جو بھی تھا، اس میں تم دونوں کا بھی حق تھا اور اسی لیے ظہیر نے مجھے ایک منٹ میں آؤٹ کر دیا۔ میں اپنی گھڑی بیک اپنی سیونگ سے کرتی ہوں معید! تمہاری شادی کا یہ اسٹوڈنٹ ٹرپ بھی۔“

اس نے ٹشپن اٹھا کے برے پھینکا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہوتا رہا تھا۔ مالا کو غصہ تم ہی آتا تھا۔ اب آیا تو مای تک چب ہو گئی۔

”مجھے لگا تم دونوں کو وہ نہیں چاہیے ہوگا۔ تم دونوں کے ہر بیٹہ زاپھا خاصا کھاتے ہیں۔“

”پھر وہی بات؟ میرا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ وہ باغ سستا تھا یا تم نے فضول خرچی کی۔ بات حق کی ہے۔ تم نے ایک دفعہ بھی ہم سے نہیں پوچھا۔“

”تم لوگوں سے بات کرنا ہی فضول ہے۔ تم لوگ دراصل میری خوشی میں خوش ہی نہیں ہو۔ ماں ہوش تو....“ وہ غصے سے کرسی دھکیل کے اٹھا۔

”ماں کے نام پہ بلیک میلنگ نہ کرو۔ ماں ہوتی تو میں دیکھتی کیسے تم اس پلاسٹک کی گڑیا کی انگلی کے ساتھ بندھے ہوئے۔“ مای چپک کے بولی۔

معید بلکا جھٹکا باہر نکل گیا۔ مای نے ایک نظر

پہاں چھوڑا سینڈوچ رکھا تھا۔
”تم اس سے ملنے کیوں گئے؟“ وہ کرسی پہ بیٹھی، نوٹ بک کھٹے پہ رکھے، اپنا سینڈوچ دانتوں سے کتر رہی تھی۔

”کہا نا۔ مجھے ماہ بینہ نے بلایا تھا۔ ہماری ملاقات ایک عرصے سے پینڈنگ (التواء) تھی۔ لیکن میں وہاں پہنچا تو...“ اس نے گہری سانس لی۔

”یوں لگتا تھا دونوں کی کسی بات پہ لڑائی ہوئی تھی۔ وہ غصے میں تھی اور میں نے اسے غصے میں بہت کم دیکھا ہے۔“ اس نے رک کے کھج کی۔ ”بلکہ جب بھی دیکھا ہے، مجھ پہ ہی غصہ ہوتے دیکھا ہے۔“

☆☆☆

وہ ہوٹل کی لابی سے گزر کے بریک فاسٹ روم تک آیا ہی تھا کہ وہ دونوں سامنے نظر آ گئیں۔ ایک میز پہ آئے سامنے بیٹھی دونوں لڑکیوں کے چہرے گلابی بڑ رہے تھے۔ تیسری کرسی پیچھے دھکیلی تھی جیسے انجی ایسی کوئی اٹھ کے گیا ہو۔ مالا گردن پیچھے کیے، پانی کا گلاس ہوتوں سے لگائے ہوئے تھی۔ جب تک اس نے گلاس نیچے کیا، وہ قریب پہنچ چکا تھا۔

”ہیلو ون ان فنی۔“ مسکرا کے اس نے صرف اسے مخاطب کیا جس سے وہ ملنے آتا تھا۔ کن اکیوں سے وہ مالا کو جھکتے، اور پھر ناپسندیدگی سے گہری سانس بھرتے دیکھ سکتا تھا۔

”ماہر ہے۔“ مای سبیل کے بدقت مسکراتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ ”آپ عین مقرر کردہ وقت پہ پہنچے ہیں۔ حالانکہ اس شہر کے لوگ وقت کے پابند نہیں ہیں۔“

”شکر ہے میں اس شہر کا نہیں ہوں۔“ وہ مسکرایا۔ پھر مای کی پلٹ کو دیکھا۔ ”تم ناشتا شروع کر چکیں؟ میرا خیال تھا ہم ناشتی میں کہیں اس سے بہت بہتر ناشتا کر سکتے ہیں۔“

”حورا بھی اٹھ جائے گی اور تنگ کرے گی۔ سو ہمیں یہیں رہنا ہوگا۔“ مای نے بے بسی سے اسٹولر میں سوئی پکی کو دیکھا۔ وہ دیکھ سکتا تھا کہ کتنا چہرے والی لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اپنا بیگ اٹھاتے ہوئے اس نے ساٹ انداز میں اطلاع دی۔ ”میں باہر جا رہی ہوں،“ اور اس کو دیکھے بیٹا ساتھ سے گزر کے نکل گئی۔

(زبردستی کا فیملی فرینڈ۔ ہونہ۔) وہ زیر لب بڑبڑاتے ہوئے گزری تھی۔

ماہر نے چہرہ اٹھایا۔ سامنے شیشے کی دیوار میں اس کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔ وہ باہر جا رہی تھی۔ چہرہ ہنوز غصے سے گلابی تھا۔ اور ماتھے پہ ٹیل تھے۔ کشمالہ بین کو اس نے غصے میں بہت کم دیکھا تھا۔

وہ معید کی کرسی پہ بیٹھا اور ٹانگ پہ ٹانگ بجا لی۔ انگلی سے وٹیر کو اشارہ کیا۔

”ترش قبوہ۔“ پھر بغور مای کو دیکھا۔ وہ سوچتی نظروں سے مالا کو جاتے دیکھ رہی تھی۔

”تم دونوں کی لڑائی ہوئی ہے کیا؟“

”نہیں۔ ہم فلیش لائٹس کو فکس کر رہے تھے۔“ وہ جل کے بولی۔

”فلیش لائٹس؟“

”جی۔ فلیش لائٹس۔ آپ کے خیال میں فلیش لائٹس کس چیز کی علامت ہوتی ہیں؟“

ماہر فرید نے لائٹس سے شانے اچکائے۔

”معصومی روشنی۔ یہ جب جلائی جاتی ہے جب ساری روشنیاں ختم ہو جائیں اور...“

”آپ نے مالا کو ہیلولک نہیں بولا۔ کیوں؟“

اسے بیک وقت جیسے سب پہ غصہ آ رہا تھا۔

”روز بولتا ہوں۔ کل ہم ٹیلر کی ٹیکری پہ ملے تھے۔ پرسوں میرے آفس میں۔“

”اور یہ سن کے مجھے لگا تھا آپ دونوں کے مسئلے ختم ہو گئے ہیں۔ لیکن پھر وہی آگورڈنٹس۔“

مای جیسے اکٹا گئی تھی۔

تغائب کیا۔

”اس کا خیال رکھنا، بیڑہ! میں ہلال کا نہیں سہہ سکا۔“ کوئی اداس سا نغمہ جیسے فضا میں گھل سا گیا۔ مانی نے سر ہلا دیا۔ پھر یاد آیا۔

”آپ مجھ سے ملنا چاہتے تھے لیکن پھر ہم اتنے مہینوں سے نہیں مل سکے۔ آپ نے کہا تھا، آپ مل کے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں؟“

”مجھے کسی نے کہا تھا کہ تم جاتی ہو کچھ۔“ ماہر نے پیالی نیچے رکھ دی۔

”کس نے؟“ اس نے بہت دفعہ کا پوچھا سوال دہرایا۔

”ایک بوڑھے دوست نے۔“ وہ مبہم سا مسکرایا۔

”لیکن میں آپ کو فون پر بتا چکی ہوں کہ میں سرکار نامی کسی آدمی کو نہیں جانتی نہ میں نے زندگی میں کوئی اصل جادوگر دیکھا ہے۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ آپ کے بوڑھے دوست نے آپ سے پورا راج بولا تھا؟“

”مجھے یقین ہے۔“ اس کا لہجہ کسی قسم کے شک سے پاک تھا۔

مانی نے اٹھ کے اس کو دیکھا۔ سوٹ اور ویسٹ میں لمبوس، ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا وہ پراعتاد سا آدمی، انگوٹھے اور انگلی سے پیالی پکڑے، بہت غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے کچھ پڑھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

”تم نے انٹرپورٹ پر بتایا تھا کہ تم کسی سفر پر جا رہی تھیں۔ راستے میں تمہیں کوئی ملا۔ کوئی سایہ۔ کوئی جادوگر۔ اس نے تم پہ پھونک ماری اور....“

”یاد ہے۔“ مانی نے جلدی سے بات کاٹی۔ وہ اس تکلیف دہ قصبہ کو مزید لمبائیں کرنا چاہتی تھی۔ ”شاید وہ وہی سفر تھا جس میں ہم ملے تھے کیونکہ کینیڈا پہنچنے کے کچھ دن بعد میرا مس کیرج ہو گیا تھا۔“

”میں صرف....“ وہ کھٹکھٹا جیسے الفاظ تلاش کیے۔ ”اس کو آواز دینا کرتا ہوں۔“

”آواز دینا؟ (نظر انداز؟)“ مانی کی اسکین کرتی نظریں جیسے اس کے اندر اتر رہی تھیں۔

ماہر ہلکا سا مسکرایا۔ اس کے گال پہ زخم کا نشان تھا جواب مشکل ہو چکا تھا۔

”اس کا شوہر اس شہر میں ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے ان دونوں کے درمیان کوئی مسئلہ ہو۔“

”میرا شوہر اس شہر میں نہیں ہے مگر آپ کی وجہ سے ہم دونوں کے درمیان بھی مسئلہ نہیں ہوگا، کیونکہ اس کو مجھ پہ اعتبار ہے۔ آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ زیادہ کو ملا ہے اعتبار نہیں ہے؟ یعنی آپ ابھی تک زیادہ کو ناپسند کرتے ہیں؟“

ماہر فریڈ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیے۔

”واللہ زیادہ کے بارے میں میری رائے بدل چکی ہے۔“

اس کا انداز الجھا دینے والا تھا۔ لیکن خیر۔ مانی نے سر جھٹکا۔

”چھوڑیں۔ ہم بھی کیا باتیں لے کر بیٹھ گئے۔ میں تو آج تک آپ کا ٹھیک سے شکریہ بھی نہیں ادا کر سکی۔“

”فون پہ کئی دفعہ کر چکی ہوں۔ ان فارمیٹیں کی ضرورت نہیں ہے، لڑکی۔“ وہ مسکرایا۔

ویراب اس کے قبوے کا تنہا سا کپ سامنے رکھ رہا تھا۔

”آخری دفعہ جب ہم ملے... اس روز جب میرا سرخ والٹ کھویا تھا... تب آپ مختلف تھے؟“

”میں خوف زدہ تھا۔ اب نہیں ہوں۔ میں نے خوف کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اور تم نے؟“ اس نے بھاپ اڑاتا کپ اٹھایا۔ بھاپ کے پیچھے مانی کا چھوٹے بالوں والا چہرہ دھندلا سا گیا۔

”میرے خوف اب بھی وہی ہیں۔“ مانی اسٹرولر کو دیکھ رہی تھی۔ ماہر کی نگاہوں نے اس کا

”کیا مجھ سے ملنے سے پہلے یا بعد میں تم کسی ایسے انسان سے ملیں جو عمر کے کاموں میں ملوث ہو سکتا تھا؟“

”نہیں۔“ وہ پورے وثوق سے کہہ رہی تھی۔ ”میں کبھی کبھی قسم کے بوڑھے آدمی سے نہیں ملی جو میری تاریخی رومال باندھتا ہو۔“

”بھئی بھئی مجھے لگتا ہے کہ جیسے وہ جانتا ہے کہ تم کچھ جانتی ہو اسی لیے وہ ہمیں اور مجھے ملنے نہیں دیتا چاہتا تھا۔ تم سے ملنے لاہور آ رہا تھا لیکن پھر میرا ایک ٹرنٹ ہو گیا۔ بعد میں، میں جب آیا تو ہمیں ہلال کی لاش دکھائی گئی۔ میں تم سے ملے بغیر چلا گیا۔“

”لیکن میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ بتائیں آپ کیا جانتے ہیں اس کے بارے میں؟“ اس نے بیٹے بازو پلیٹ لیے اور پیچھے ہٹ کے بیٹھ گئی۔ جیسے وہ تفصیل ماہر فرید کے کتھرے میں کھڑے ہو کے تنگ آ گئی تھی۔

”میں نے اس کو ایک دفعہ دیکھا تھا۔ خواب میں۔ وہ بوڑھا ہے۔ اس کے لیے سفید بال ہیں۔ دبلا پتلا۔ سانولا رنگ۔ نقوش ہلکے ہلکے سے یاد ہیں۔ سر پہ تاریخی رومال باندھتا ہے۔ اور....“ اس نے یاد کیا۔ ”ہاں... اس کے بازو پہ....“

حور نے ایک دم زور سے رونما شروع کیا۔ اتنی زور سے جیسے کچھ کاٹ گیا ہو۔ مایہ کرنٹ کھا کے ٹھسی اور پریشانی سے ایسے اسٹرڈر سے نکالا۔ وہ زور زور سے رونے جاری تھی۔

”قسم سے بھئی بھئی تو دل چاہتا ہے اس کو واپس کراؤں۔“ وہ بے بسی سے اب اسے کندھے سے لگائے چپ کر رہی تھی۔ باہر کو بھول گیا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔ شاید کوئی چھوٹی تفصیل بتا رہا تھا۔ لیکن خیر۔ چھوٹی تفصیلات اہم نہیں تھیں۔

”میں واقعی ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتی، ماہر ہے۔ اگر کچھ یاد آیا تو ضرور بتاؤں گی۔“ حور کے رونے نے اس کی توجہ بانٹ لی تھی۔

ماہر مسکرا کے اٹھ کھڑا ہوا اور نکلائی پہ بندھی کھڑی دیکھی جس پہ ایک میسج موصول ہوا تھا۔

”مجھے بھی کہیں پہنچنا ہے۔“

”آپ رات ڈنر پہ آئیں گے؟“ حور ابھی تک رونے جاری تھی اور مایہ کو اونچا یولنا پڑ رہا تھا۔

”اوہ۔ آج فیملی ڈنر ہے۔“ اسے یاد آیا۔ ”سعید کو اس ملک کے لوگوں کا پتھر بہت پسند آ گیا ہے غالباً۔“ وہ مایہ کا سوال نظر انداز کر گیا تھا۔ اسے دیر ہو رہی تھی۔ اسے کہیں پہنچنا تھا۔

☆☆☆

وہ ایک متوسط طبقے کی ابارشٹ بلڈنگ تھی۔ سامنے پارک بنا تھا۔ اور دوسری طرف دکانیں اور ریسٹوران تھے۔

بڑک کنارے ایک سفید چھت والی نیلی کار کھڑی تھی جس کی ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹا فریدی سا آدمی چھوڑ کا بازو اسپیٹ کھول رہا تھا۔ ڈھنڈا فرنٹ ڈور کھلا۔ آدمی کا ہاتھ فوراً جیب کی طرف گیا۔ لیکن پھر کندھے ڈھیلے ہوئے۔ برا سامنے بنا کے ماہر کو دیکھا جو اندر بیٹھ رہا تھا۔

”اگر کوئی سا پرچیکز نے ہم دونوں کو ساتھ دیکھ لیا تو وہ کیا سوچے گا؟ ماہر ہے؟“

”بھئی کہ میں اپنا پیپر تم جیسے آدمی کو اس لیے دیتا ہوں تاکہ تم مجھے پولیس انچارجمن کے اندر رہنے والے معاملات سے باخبر رکھو۔ لیکن تم....“ ماہر بیدگی سے پکٹ کو دیکھا جس سے وہ سن اٹھیوں میں بہت سے چھوڑ بھر کے نکال رہا تھا۔ لا پرواہی سے شانے اچکائے۔

”کم از کم میں نے آپ کو بروقت اطلاع کر دی۔ چیکیز بے نے ابھی تک نہیں بتایا؟“

ماہر جواب دے بنا سوچتی نظروں سے ابارشٹ بلڈنگ کو دیکھ گیا۔

”غالب نواز یہاں رہتا ہے؟“

”عمارت میں داخلے کا ایک ہی راستہ ہے۔ وہ تھانے سے سیدھا گھر آیا ہے۔ اور کل سے باہر نہیں

نکلا۔

”وہ خوف زدہ ہے۔“ وہ بڑبڑایا۔ ”اگر میرے دوست نے اسے رہا نہ کیا ہوتا تو ہم اس کے بارے میں مزید جان سکتے تھے۔“

”آپ کا دوست آپ کو جھوٹی گواہی کے اثرات سے بچا رہا تھا، ماہر ہے۔“

”اور تم؟“ تم نے کیا کچھ معلوم کیا ہے اب تک؟“ اس نے ناپسندیدگی سے اس آفیسر کو دیکھا جو سادہ جلیے میں بھی پچکا جا رہا تھا۔

”پولیس ڈیوٹی میں سب سے بورنگ کام اسٹیک آؤٹ ہوتا ہے۔“ وہ منہ بسور کے بتانے لگا۔ ”اس کی پولیس آفیسر گرل فرینڈ ملک سے باہر ہے۔ تین دن بعد آئے گی۔ وہ دونوں جلد شادی کرنے والے ہیں اور۔۔۔“ سسپنس بھرا وقفہ دیا۔

”اور۔۔۔ وہ کیٹو ڈائنٹ پہ ہے۔“ پھر پرجوش انداز میں سامنے ایک اسٹور کی طرف اشارہ کیا۔

”دن میں دو دفعہ اس آرکیٹک فوڈ اسٹور سے اس کے کیٹو بچے باکسز اس مہارت میں ڈیور ہوتے ہیں۔“

”اور تمہیں کیسے معلوم وہ شادی کرنے والا ہے؟“

”کیونکہ اس نے جس دن ڈائیٹ شروع کی تھی، اس سے ایک رات پہلے اس کے کریڈٹ کارڈ بل میں ”اور نکائے“ کے ایک فنیسی ریسٹوران کے ڈنر کا بل بھی تھا۔“ ہینا اس ڈنر پہ اس نے لڑکی کو پروپوز کیا ہوگا۔ جب ہی اگلی صبح سے ڈائیٹ اشارت کی۔ آپ کے خیال میں کیٹو ڈائیٹ کام کرتی ہے؟“ ماہر فریڈ نے بہت ضبط سے اسے دیکھا جو کڑج کڑج کر کے چھوڑ چکا رہا تھا۔

”کیا کوئی اس سے ملنے آیا ہے؟“ ”ابھی تک تو نہیں۔“ آفیسر نے ایک ٹیلیفٹ اسکرین کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک اپارٹمنٹ کے دروازے کے باہر کا منظر دکھائی دے رہا تھا۔ دروازہ

بند تھا۔

”شباباش۔ تم ٹی وی دیکھو۔“ اس نے طہر سے اس کا کندھا تھپکا اور باہر نکل گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسے روک پاتا، ماہر فریڈ اپارٹمنٹ بلڈنگ کے اندر داخل ہو چکا تھا۔

لفٹ سے وہ مطلوبہ فلور پہ اترا تو غالب نواز کے اپارٹمنٹ کے باہر ایک ڈیوری ہوائے جھک کے لچ باکس رکھ رہا تھا۔ ماہر ستون کی اوٹ میں ہو گیا۔ ڈیوری ہوائے نے ٹھنکی بجائی اور خود آگے بڑھ گیا۔

دھنچکا دروازہ کھلا۔ غالب نواز نے احتیاط سے سر نکالا۔ دائیں بائیں دیکھا۔ گردن میں تحوید کا سیاہ دھاگر دکھائی دیا تھا۔

پھر دروازہ مکمل کھولا اور جھک کے لچ باکس اٹھایا۔ دو بوٹ قریب آتے دکھائی دیے۔

وہ چونک کے سیدھا ہوا۔ سامنے ماہر فریڈ کھڑا تھا۔

اس کے ماتھے پہ بل پڑے۔ ”میں تمہیں نہیں جانتا نہ میں نے تمہیں مگر ماری تھی۔ اگر تم مجھے یوں ہراس کرو گے تو میں تمہارے خلاف پولیس میں شکایت کروں گا۔“ غصے سے اس نے دروازہ بند کرنے کی کوشش کی لیکن ماہر نے تیزی سے اپنا ہاتھ درمیان میں دے دیا۔

”کیا دروازہ توڑو گے؟“

”توڑ دیتا اگر میری ٹانگ مکمل طور پہ صحت یاب ہو چکی ہوگی۔“ وہ جیوں میں ہاتھ ڈالے، بوٹ دروازے میں پھنسائے کھڑا تھا۔ بالکل پرسکون۔ آواز بھی نازل تھی۔

”کیا چاہتے ہو؟“ وہ بھی دروازہ اسی طرح پکڑے کھڑا تھا۔ ادھر ماہر بوٹ نکالے اور ادھر وہ دروازہ بند کرے۔

”تم خوف زدہ ہو۔ کیونکہ تم نے اس شہر میں ایک زندگی تعمیر کی ہے۔ لیکن تمہارا سرکار تمہیں ایسا نہیں کرنے دے گا۔“ وہ مسکرایا۔ ”وہ تمہیں یہ ملک چھوڑ کے کہیں گم ہو جانے

”کیا معید کی اس حرکت کے بعد آپ نے شادی ایشیڈ کی؟“
 کھمالہ صوفے پہ پیر اوپر کے بیٹھی تھی۔ اس سوال پر گرجے کو بھی تو ڈھلا جوڑا مل گیا۔
 ”تمہارے خیال میں مالا نے کیا کیا ہوگا؟“ اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سینا اور بے رحمی سے کس کے پونی میں باغداد انداز میں گھسے۔
 ساتھا۔ یا اپنے لیے طفر۔

☆☆☆

کمرے کی کھڑکیوں سے باہر اترتی شام دکھائی دے رہی تھی۔ مالا کھلی ہی دستک پہ اٹھ کھڑی ہوئی جبکہ مایہ ڈھنڈائی سے پیٹی رہی۔ وہ جانتی تھی باہر کون ہوگا۔

”سوری۔“ چوکھٹ میں کھڑے معید نے سر اٹھا کے دیکھا۔ پھر پیچھے پیٹی مایہ کو۔

”میں نے غلط کیا باغ سچ کر۔ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آئی ایم سوری۔“

مالا نے اثبات میں سر ہلادیا۔

”میں کچھ ہی عرصے میں تم لوگوں کے حصے کی رقم تمہیں لوٹا دوں گا۔ اب تم دونوں نیچے آ جاؤ۔ پلیز میرے لیے۔“ مکی ڈنر ہے اور سب سچ چکے ہیں۔“

آخر میں اضافہ کیا۔ ”تقریباً۔“

”تمہارے خیال میں وہ سچ میں شرمندہ ہے؟“ اس کے جانے ہی مایہ شروع ہوئی۔

”نہیں۔ اور نہ ہی وہ بھی شرمندہ ہوگا۔ لیکن اس وقت ہمارے پاس اس کو معاف کرنے کے سوا کوئی آپشن بھی نہیں ہے۔ بہنوں کے پاس ہوتا بھی نہیں ہے۔ ان کو ساری عمر بھائیوں کی ضرورت رہتی ہے۔ سو اپنا موڈ درست کرو اور نیچے چلو۔ زیادہ کونہیں جتا چلنا چاہیے کہ ہم بہن بھائی کے درمیان کیا چل رہا ہے۔“

ان کے ہوٹل سے ایک گلی چھوڑ کے ایک فائن ڈائن بنا تھا جس کے ایک ہال کمرے میں ڈنر کا اہتمام کیا گیا تھا۔ میز پہ اونچی موم بتیاں جل رہی

”خود میرے اپنے ماموں نے ہماری امی کا حق۔“ اس کی زبان کو بریک لگے۔ مالا کا چہرہ دیکھ کر سنبھل۔

”سوری۔ ہم آپ کی کہانی سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔“

وہ اب مزید ان کا غدوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہی تھی جو لاؤنج کی میز پہ بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مالا کے بتانے کی منتظر تھی۔

کے لیے کہے گا۔ شاید کہہ چکا ہے اور اس کی اندھی عقیدت میں تم ایسا ہی کرو گے۔ لیکن کیا تم اس ملک سے دور جا کے خوش رہو گے؟“

”ایسا کچھ نہیں ہے۔“

”میں تمہیں جیل میں نہیں ڈالنا چاہتا، غالب نواز۔ میں صرف چاہتا ہوں کہ تم سچ بولو۔ مجھے صرف اس کا نام بتا دو۔ اپنی لڑائی میں خود لڑ لوں گا۔“

غالب نواز آنکھوں میں بہت سی تپش لیے اسے دیکھے گیا۔ بولا کچھ نہیں۔

”وہ ایک عام ساجادوگر ہے۔ اس کے پاس جنات ہیں، انسان نہیں۔ انسان زیادہ خوف زدہ کرنے والی مخلوق ہے۔ اس کے جنات سے ڈرنا چھوڑ دو۔ مجھ سے سچ بول دو۔ میں تمہیں سرکار سے بچا سکتا ہوں۔“ اس نے اپنا بوٹ پیچھے کر لیا۔ اب وہ در در کرنے لگا تھا۔

”کوئی کمی نہیں بچا سکتا، ماہر ہے۔“ وہ چنا چپا کے بولا اور دو زور سے بند کر دیا۔ پہلے لاک لگایا۔ پھر ڈبل بوٹ لکھ چکی۔

وہ سو گواریت سے مسکرا دیا۔

وہ جنات سے خوف زدہ تھا۔ اس نے افسوس سے سر جھٹکا اور رافت کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

”معید نے بہت مایوس کیا ہے، مالا۔“ راشن افسوس ہے کہہ رہی تھی۔ وہ دونوں واپس صوفوں پہ آن بیٹھی تھیں۔ اور چائے کے گگ ہاتھوں میں پکڑ رکھے تھے۔

”خود میرے اپنے ماموں نے ہماری امی کا حق۔“ اس کی زبان کو بریک لگے۔ مالا کا چہرہ دیکھ کر سنبھل۔

”سوری۔ ہم آپ کی کہانی سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔“

وہ اب مزید ان کا غدوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہی تھی جو لاؤنج کی میز پہ بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مالا کے بتانے کی منتظر تھی۔

”خود میرے اپنے ماموں نے ہماری امی کا حق۔“ اس کی زبان کو بریک لگے۔ مالا کا چہرہ دیکھ کر سنبھل۔

”سوری۔ ہم آپ کی کہانی سننے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔“

وہ اب مزید ان کا غدوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہی تھی جو لاؤنج کی میز پہ بکھرے ہوئے تھے۔ وہ مالا کے بتانے کی منتظر تھی۔

وہ مالا کے بتانے کی منتظر تھی۔

اس نے گھر مندی سے زیادہ کچھ دیکھا۔

☆☆☆

باہر سردرات گہری ہو رہی تھی۔ لیکن آفس میں جلتے زرد لیمپ اور پٹر کی گرناش ماحول کو آرام دہ بنا رہے تھے۔ اس کا سینڈوچ ابھی تک میز پر اُن چھوا رکھا تھا۔

”اس لیے تم اس جتنے تمہاری نہیں آئے؟ تم اس ڈنر پر چلے گئے جہاں جانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ کیوں؟“ وہ ٹوٹ پیڑ پہ کچھ لکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

”مجھے غصہ تھا۔ زیادہ پر، کشمالہ پر، خود اپنے آپ پر، یا شاید میں اپنے دشمن کے قریب رہنا چاہتا تھا۔“ اس نے سر جھکا کے انگلیاں بالوں میں پھنسا لیں۔

”اور قریب رہ کے تمہیں کیا معلوم ہوا؟“

☆☆☆

”کیف... رائٹ؟“ زیادہ سلطان خوش گووار حیرت سے کھڑا ہوا۔ کشمالہ کی ساری گھر مندی ایک دم الجھن میں بدل گئی۔

”تم یہاں کیسے؟“ وہ ماہر فرید کو دیکھ کے جیسے بہت حیران ہوا تھا۔

ماہر فرید نے ہنس دیا۔

”شکر ہے میں تمہیں یاد ہوں۔“

دونوں میں سے کسی نے معاملے کے لیے ہاتھ نہیں بڑھایا۔ باہر نے دوسری سربراہی کر لی چچی اور اپنے مخصوص انداز میں بیٹھا تو وہ معید اور زیادہ الجھی بیٹھے۔

”کیا مالا نے میرا تعارف نہیں کروایا؟“ اس نے پہلی دفعہ اسے دیکھا۔

وہ بند گلے والی سبز لمبی قمیض پہنے ہوئے تھی اور ایک کندھے پہ کام دار شال بھی۔ کانوں میں جھمکے تھے۔ پکارنے جانے پہ شکایتی نگاہ اٹھا کے اسے دیکھا۔

”یہ کیف نہیں، ماہر فرید ہے۔“ وہ جیسے جبراً

تھیں۔ ایک طرف معید اور شفق ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔ مانی نے اسے دیکھتے ہی زرب لب ”کم بخت پلاسٹک“ کہا تھا کہ مالا نے جوتے سے اس کا چہرہ دیا۔

زیادہ خاموشی سے اپنی جگہ براجمان تھا۔ اسے دیکھ کے اٹھا نہیں۔ بس شکایتی انداز میں گھڑی کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو ”اتنی دیر لگادی یہ دو دن کی خوش خلقی کے بعد زیادہ سلطان کی آڑی ٹی اور بوریت واپس آچکی تھی۔ اس کے دل کو دھکا سا لگا۔ کیا یہ اس کی فطرت تھی یا کبیرہ نائی کے جادو تھے؟

مانی نے سب سے پہلے سربراہی کر لی۔ یہ قبضہ بچایا۔ اب وہ یوں بھی تھی کہ ایک ہاتھ پہ مالا اور زیادہ تھے اور دوسرے پہ معید اور شفق۔ یہ جیسے افراد کی ڈائیننگ ٹیبل تھی اور مانی کی سیدھ کی دوسری سربراہی کر رہی ہوز خانی تھی۔ معید نے کہا تھا سب کچھ مجھے تھے۔ تقریباً۔

وہ میوکارڈ پہ سر جھکا ئے ہوئے تھی جب قدروں کی چاپ سنائی دی۔ اسے معلوم تھا وہ مدعو تھا۔ یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ آجائے گا۔ نگاہ اٹھا کے دیکھا اور مطلق میں کڑواہٹ گل گئی۔

ماہر فرید سامنے سے چلا آ رہا تھا۔ سفید شرٹ پہ بھوری ڈنر جیکٹ، جینز اور سفید جوگرز۔ مسکرا کے معید سے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا جو اسے دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔

”مجھے لگتا تم نہیں آؤ گے۔“ معید واقعی اس کا ممنون تھا۔

”فیلٹی ڈنر میں کیسے مٹ کر سکتا ہوں۔ بالخصوص زیادہ صاحب سے ملاقات کا موقع۔“ وہ خوش گووار انداز میں کہتا زیادہ کی طرف پلٹا۔ کشمالہ کا سانس تک رک گیا۔ ماہر اس کا کوئی ایسٹ نہیں تھا جو وہ کٹی محسوس کرتی لیکن وہ اپنے شوہر کو جانتی تھی۔ وہ دارمین کے شوہر کی اس کے لیے کی گئی تعریف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ماہر کی موجودگی اس کو کتنا غیر آرام دہ کر دے گی۔ آف۔

”شفق کی مسکراہٹ بھیگی ہوئی۔“ اچھا؟“
 ”اتفاق ہے آج میری اس سے بات ہوئی۔
 وہ مجھے بتا رہی تھی کہ تم لوگ اندرونِ لاہور کے
 علاقے کرشن نگر سے ہو۔ تمہارا بچپن وہیں گزرا
 ہے۔ اسکوئٹ بھی وہیں ہوئی۔“

”شفق کی رنگت ایسے فنی ہوئی جیسے اس نے کوئی
 جن دیکھ لیا ہو۔“ نن نہیں... وہاں تو میرا دوھیال
 رہتا تھا۔ ہم تو ڈھیس...“

”ہاں یاد آیا۔ ڈھیس میں تم لوگ دو سال پہلے
 شفت ہوئے ہو۔ اس سے پہلے اچھرہ میں کافی سال
 رہے ہو۔ الیگنڈر تم ایک آٹھ سو روگرام پہ دویتے کے
 لیے گئی تھیں، مگر ایکسٹ (لہجہ) اچھا ہے
 تمہارا۔“ مایہ بہت مصومیت سے تعریف کر رہی
 تھی۔ ”چنانچہ آپ کس فرینڈ کی بات کر رہی
 ہیں۔“ شفق نے جیسے جھرجھری لی۔

”اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھی کہ تمہارے دادا کو
 فوت ہوئے تین چار سال ہو گئے ہیں۔ تمہارے گھر
 والے تری بچھ گئے یا مایہ دادا کی بری پہ ہیں؟“
 معید نے بے بسی سے مایہ کو گھورا۔ اس نے
 مسکرا کے شانے اچکا دیے۔

”اصل میں یہ مینیو دیکھ کے مجھے اپنا چار سدھ
 والا بارغ یاد آ رہا تھا۔“

”شفق بدقت مسکرائی اور ایک دم چہرے کا رخ
 ماہر کی طرف موڑ دیا۔

”آپ کی کیا کہانی ہے؟ معید بتا رہے تھے کہ
 آپ ان کے ڈرائیور تھے۔“

ایک دم سب کی توجہ اس طرف مبذول ہو گئی۔
 مایہ کے ماتھے کے بل واہیں آنے لگے۔

”تمہا نہیں، بنا ہوا تھا۔“ معید ایک دم جیسے
 بہت شرمندہ ہوا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ ماہر نے بھی رخ اس کی
 طرف موڑا اس کے انداز میں نرمی بھی۔

”فردہ شفق۔ عموماً سب مجھے شفق کہتے ہیں۔“
 ”میرے داد بھی کرشن نگر سے تھے، شفق!“

بولی تھی۔ ایک اُن دیکھا سا احساس تھا جو فضا میں تباؤ
 پیدا کر رہا تھا۔ یا شاید یہ اسے محسوس ہو رہا تھا۔ ”بنا
 تھا نا، یہ ایک بزنس میں ہیں اور کسی وجہ سے میری
 ملازمت کرتے تھے۔“

”بہت دلچسپ۔ تمہیں یاد ہوگا میں نے کہا تھا،
 کہ کیف وہ نہیں جو نظر آتا ہے۔“ زیادہ محفوظ ہوا
 تھا اور جیسے حیران بھی، مالا نے پہلو بدلادے زیادہ کاغذ
 آرام وہ نہ ہوتا اس کو حریف غیر آرام دہ کر رہا تھا۔
 ”کاش میں بھی تمہارے بارے میں سر محفل
 یہ کہہ سکوں، زیادہ!“ وہ مسکرایا تھا۔

”معید اور شفق آپس میں مینیو ڈسکس کرنے لگے
 مالا نے بھی خود کو مکمل طور پہ مینیو کی کتاب میں گم
 کر لیا تھا البتہ مایہ، بغور زیادہ سلطان اور ماہر فریڈ کے
 چہروں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بظاہر مسکرا رہے تھے لیکن
 چمکتا تھا جو غلط تھا۔

”سو۔ کس قسم کا کاروبار ہے تمہارا؟“ زیادہ
 کے انداز میں تجسس تھا۔ ماہر کی کرسی اس کی کرسی سے
 نوے درجے کے اینگل پہ تھی۔ وہ اس کے بالکل
 قریب تھا۔ پھر بھی اس نے کرسی کا رخ مزید ماہر کی
 طرف موڑ لیا جیسے اسے صرف اس سے بات کرنے
 میں دلچسپی ہو۔

”میں آریمیٹک ہوں۔“ وہ بہت ضبط سے
 مسکرایا۔

”میں نے تمہارا انشا دیکھا تھا۔ شفق! بہت
 پیاری فیلڈ بھی تمہاری۔“ مایہ ٹھنکھاری تو سب اس
 طرف متوجہ ہوئے۔ مالا نے سکون کی سانس خارج
 کی۔ کچھ تھا اس کے اندر جو نہیں جاہتا تھا کہ زیادہ اور
 ماہر آپس میں بات کریں۔ یا کسی بھی وجہ سے زیادہ کا
 موڈ خراب ہو۔

”ٹھیک یو۔“ شفق مسکرائی اس کا انگریزی
 کالجہ برطانوی تھا۔

”دنیا کتنی چھوٹی ہے۔ تمہارے اور میرے
 فالوورز میں ایک مشترکہ دوست نکل آئی۔ مالا کی
 ایک کلاس فیلو۔“

افسوس سے پوچھا۔ ماہر فرید نے بہت ضبط سے گہری سانس اندر چینی۔

”بونی، اچانک، ایک دن وہ غائب ہو گئی۔“ اس کی مسکراہٹ اب غائب ہو چکی تھی۔ وہ اس سے زیادہ مسکرانے کی اداکاری نہیں کر سکتا تھا۔ ”اور اس وقت تم کہاں تھے؟“ زیادہ کی آنکھوں میں ایک اکساہٹ ہمیری مسکراہٹ تھی۔ ماہر فرید نے تموک ٹکھا۔ گردن میں گھٹی سی ابھر کے محدود ہوئی۔

”میں جتنی امراض کے ہسپتال میں داخل تھا۔“

ایک تناؤ بھرا سنا سارے پہ چھا گیا۔ وہ گم صم سی ماہر کو دیکھ رہی تھی اور وہ زیادہ۔ ”یعنی تمہاری بہن اس لیے کھوئی کیونکہ... تم نے اسے اکیلا چھوڑ دیا تھا؟“

”زیادہ!“ مالا اپنی تیزی سے بولی کہ زیادہ نے چونک کے اس کی طرف گردن موڑی۔ وہ تادیبی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ ”ایسے مت کہو! اس کا کیا قصور؟“ اس نے خود کو کہتے سنا۔

زیادہ لمحے بھر کے لیے کچھ کہ نہ سکا۔ ماہر فرید بھی اپنی جگہ ساکت رہ گیا تھا۔ ”سوری میرا مطلب...“ ”خمس تم درست کہہ رہے ہو۔ اس میں میرا عیا قصور تھا اور میں اس کی سزا بھگت رہا ہوں۔“ وہ مسکراہٹ کے پیکا سا مسکرایا۔

”آئی ام سوری۔“ زیادہ جیسے پشیمان ہوا۔ مالا سر جھٹک کے مینیو کا ڈر کی طرف متوجہ ہوئی۔ معید کھٹکارا لیکن کوئی اس کی طرف متوجہ نہ تھا۔ ویٹرز بار بار چکر لگا رہے تھے۔ اس سے پہلے کہ معید آرڈر دینے کا کہتا، زیادہ پھر سے کھٹکارا۔ ”کس نے اغوا کیا تھا تمہاری بہن کو؟“ انماز میں تشویش تھی۔ اور آنکھوں میں مسکراتا ہوا چیلنج تھا۔ ماہر فرید کی میز پر رمی مچی چھج گئی۔ مالا نے

بہت غریب تھے۔ اندرون لاہور میں بے بڑھے۔ ”وہ ٹیک لگائے ٹانگ بے ٹانگ جمائے بیٹھا کہہ رہا تھا۔“ چند دہائیاں قبل وہ انگلیٹڈ آئے تھے اور یہاں کپڑے کا کاروبار شروع کیا تھا۔ ایک اسٹال سے۔ میرے والد نے اس اسٹال کو آگے بڑھایا۔ میرا بچپن انگلیٹڈ کی مارٹینس میں کپڑا بچتے گزارا ہے۔ ”وہ مسکرا کے کہہ رہا تھا۔ ایک دم ڈانٹنگ ٹینل بے سناٹا چھا گیا۔ وہ چونک کے اسے دیکھنے لگی اور وہ عشق کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چہرے پہ ایک اداس سی مسکراہٹ تھی۔ وہ اس کے گل پہ ثبت زخم کا نشان دیکھ سکتی تھی۔

”پھر میرے والد نے ترقی کی۔ کیونکہ لوگ ان کا اعتبار کرتے تھے۔ ان کے پاس امانتیں رکھواتے تھے۔ پیسے، باغرز، زور، ان کے سچ پہ کوئی شک نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے ایک اسٹال سے دکان اور دکان سے ویئر ہاؤس بنایا اور پھر ہم، بریکل اسٹیٹ کے بزنس میں آگئے اور اس بزنس سے ہم نے ترقی کی تین سال پہلے میں یو کے چھوڑ کے اسٹیل آگیا تھا۔ تب سے یہیں ہوں۔“

ٹینل پہ سناٹا چھا گیا۔ سب خاموش تھے۔ تب ہی زیادہ کھٹکارا۔ ”وہ اس حصے کے بارے میں پوچھ رہی ہے جب تم دھوکہ دہی سے کشمالہ کے ڈرائیور بنے ہوئے تھے۔“

ماہر نے بے اختیار زیادہ کو دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ بہت سادگی سے۔ ”میری ایک بہن تھی۔“ ”عشق خود سے توجہ ہٹنے پہ خوش تھی! بہت توجہ سے بظاہر سننے لگی۔

”اس کا نام ہلال ہے۔ وہ کھو گئی تھی۔ کسی نے مجھے کہا کہ اگر میں لاہور چلا جاؤں تو شاید اسے ڈھونڈ لوں۔ مجھے ایک کور چاہیے تھا۔ سو میں ان کے گھر کا ڈرائیور بن گیا۔“ ”سچ... کیسے کھوئی تھی وہ؟“ زیادہ سلطان نے

سلطان سب سے زیادہ حیران تھا۔

”ہمیشہ کے لیے نہیں۔ کیونکہ جب بحر اترتا ہے تو اسی عورت کو وہ شخص بھیڑ پالیا کسی بد شکل جانور کے روپ میں نظر آتا ہے۔“ کہتے ہوئے اس نے مینیو اٹھالیا۔ یہ طے تھا کہ وہ زیادہ کے اطمینان میں ہلکا سا بھی فرق ڈالنے سے قاصر تھا۔ اس نے نہیں دیکھا کہ کشمالہ بین یک تک اسے دیکھ رہی تھی۔ بے یقینی سے، بنا پلک جھپکائے اس کے لب آدمی کے گلے سے جیسے کوئی مجسمہ ہو۔ معید واپس آچکا تھا اور اس نے بھیڑے کا لفظ نہ لیا تھا۔

”کیا ہم کسی اچھے موضوع پہ بات کر سکتے ہیں؟“ اس نے اٹک کے استدعا کی۔

”جیسے کہ اسلام میں بہنوں کے حقوق۔“ مامی نے مصحوبیت سے ٹپکیں جھپکا دیں۔

مالا نے سر جھٹکا کوئی ٹراس سا ٹوٹا۔ کیا وہ ماہر کو نہیں جانتی؟ وہ اس کے دماغ میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا ہے۔

”یہ موضوع بھی کم دلچسپ نہیں تھا۔“ زیادہ سلطان اس موضوع کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ ”میں اس جادوگر کے بارے میں سنتا جا ہوں گا۔“

”رہنکی؟“ ماہر نے ابرو اٹھا کے سخت نظر اس پہ ڈالی۔ ”کیا سنتا جا ہو گے؟“

”ہمیں کہ ایسا دلچسپ جادوگر کہاں پایا جاتا ہے؟ شاید ڈنکی امراض کے ہسپتال میں۔“ وہ ہسکرایا۔ کچھ تھا اس کے انداز میں جو سختی نے چونک کے ماہر کو دیکھا۔ پھر ہلکا سا سنٹ گئی۔ پھر معید کو سوالیہ نظروں سے دیکھا جیسے پوچھ رہی ہو۔ ”کیا یہ واقعی ڈنکی مریض تھا؟“

”وہ ایک بوڑھا آدمی ہے۔ تجربہ کار جادوگر۔“ وہ مینود دیکھتے ہوئے جیسے خبریں پڑھ رہا تھا۔ وہ جانتا تھا زیادہ اسے اکسار رہا ہے لیکن وہ اس کو کامیاب نہیں ہونے دے گا۔

”اس کی ایک کثیر کلٹ فالونگ ہے۔ اس کے کلائنٹ بہت پیچھے ہوئے لوگ ہیں۔ لیکن اس کا

ناخوشی سے پہلو پدلا جیسے یہ گفتگو اس کے اعصاب کو بوجھل کیے ہوئے تھی۔

”ایک جادوگر نے۔“

معید مینیو کا ڈلے اٹھ کے کاؤنٹر تک چلا گیا۔ یہ طے تھا کہ اسے خود ہی آؤر کرنا تھا۔

”جادوگر؟“ زیادہ نے ابرو تعجب سے اٹھائے۔ ”تم اس دور میں کبھی جادو سے یقین رکھتے ہو؟“

”حق قدرے متحیر نظر آئی۔ البتہ مالانے برہمی سے زیادہ کو دیکھا۔ کچھ کہنے کے لیے لب کھولے پھر بچنے لگے۔ وہ دوسری دفعہ اپنے شوہر کے سامنے اس کی حمایت نہیں کرنا چاہتی تھی۔

”ہاں۔ کیا تم نہیں رکھتے؟“

”رکھتا ہوں لیکن جادوگر لوگوں کو اغوا تو نہیں کرتے۔“ اس نے جیسے جبر جبری لی۔

”جادو بہت سی اقسام کے ہوتے ہیں، زیادہ بے۔“ وہ ہاتھ باہم چھنائے آگے ہوا اور غور سے زیادہ کا چہرہ دیکھا۔

”سحر مرض... سحر اسود... سحر عشق...“ بہت نظر سے آخری لفظ بولا۔

”سحر عشق؟“ کشمالہ مین کی آنکھوں میں ناہنجی ابھری۔ لیکن ماہر اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ زیادہ کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے کے اطمینان میں موزہ برابر بھی فرق نہ آیا تھا۔

”اس سحرنگ... سحر عشق کیا ہوتا ہے؟“ زیادہ نے مالا کے جیسے تعجب سے پوچھا۔ ساتھ کچھ اور بھی تھا اس کی آنکھوں میں۔ کچھ مذاق اڑاتا ہوا۔ کچھ ایسا جسے صرف ماہر سمجھ سکتا تھا۔

”جب مرد کسی عورت کو حاصل نہیں کر سکتے تو وہ اس پر سحر عشق کرتے ہیں۔ عموماً یہ وہ مرد کرتے ہیں جن کو اپنی شکل و صورت کا پمپکس ہوتا ہے۔ سحر عشق کے ذریعے وہ اپنی محبوبہ کو خوب صورت نظر آتے ہیں۔“ وہ چہا چبا کے ایک ایک لفظ کہہ رہا تھا۔ وہ ابرو اٹھنے کے اچھنبے سے اسے دیکھ رہی تھی۔

”کیا واقعی ایسے کوئی کسی کو اپنا سکتا ہے؟“ زیادہ

وہ اسی طرح افسوس سے اسے دیکھ گئی۔

”جانتے ہو دنیا کے سب سے بڑے کھٹ لیڈرز کی پہچان کیا ہوتی ہے؟“ اب کے وہ بولی تو اس کا لہجہ دھیمّا تھا۔ ”وہ سب نارسیٹ مرد ہوتے ہیں جن کی اتنا ان کو آسانی ہے کہ وہ اپنے گرد اپنے فالوورز اکٹھے کریں۔ ایک جادوگر جو اتنا طاقت ور ہو یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کا کوئی آستانہ نہ ہو جہاں وہ اپنے فالوورز کو اکٹھا کر کے، ان کی عقیدت دیکھ کر، اپنی انگوٹھا میں نہ فرما کر ہم مردوں کی اتنا ان کو مکنا لیڈر بننے کی اجازت نہیں دیتی۔ میں نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اتنا طاقت ور ہو کے بھی خود کو چھپائے رکھے۔“

کہتے ہوئے مالانے بوتل کا ڈھکن کھولا اور اسے گلاس میں اعلیٰ۔

”اس لیے یا تو تم ہمیں بے وقوف سمجھ کے ایک ہی کہانی دہراتے رہتے ہو یا پھر۔۔۔“

گلاس اٹھا کے ٹاٹنے چکا۔

”تمہارا جادوگر کوئی عورت ہے۔“

ایک لمحے کے لیے میز پر سناٹا چھا گیا۔

”کیونکہ کوئی مرد اتنا بڑا کھٹ لیڈر ہو کے مکنا نہیں رہ سکتا۔ عورت رہ سکتی ہے۔ عورت کو اتنی پزیرائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کی اتنا جلدیر ہو جاتی ہے۔“

زیادہ سلطان کی رنگت ایسے سفید ہوئی جیسے لٹھے

کی چادر ہوتی ہو۔ وہ لمحے بھر کے لیے بالکل رنگ رہ گیا۔

لیکن وہ دونوں انہی کی طرف متوجہ نہ تھے۔ وہ

پانی پی رہی تھی اور باہر اچھن سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جیسے اس کا دماغ الجھ گیا ہو۔ پھر اس نے دھوکے سے نفی میں سر ہلایا۔

”وہ مرد ہے، میں جانتا ہوں۔ سب مرد ایک

جیسے نہیں ہوتے۔“

مالانے لاہروائی سے شانے اچکا دیے۔

”میں ایک کال لے لوں۔“ زیادہ تیزی سے

کوئی آستانہ نہیں ہے۔ وہ اپنے کلائٹس کو اپنا چہرہ نہیں دکھاتا۔ اپنی شناخت خفیہ رکھتا ہے۔ سب کچھ آن لائن ہے۔ اس لیے وہ بھی پکڑا نہیں گیا اور ہاں۔۔۔ وہ واقعی چھوٹے بچوں کو اغوا کرتا ہے۔۔۔“

”پھر وہی کہانی۔“ کشمالہ جبر جبری لے کر بڑبڑاتی تھی۔ جیسے انداز میں افسوس ہو۔ البتہ ماہر نے من لیا تھا۔

”کیوں کشمالہ بی بی؟ آپ کو یہ سب کہانی لگتا ہے؟“ اس نے دوسری دفعہ اسے مخاطب کیا ایسے کہ مسکراہٹ عائب بھی اور چہرے پر دبا دبا سا غصہ تھا۔ مالانے میو کارڈ زور سے بند کیا اور چہرہ اٹھا کے اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں افسوس بھی تھا اور بے بسی میرا غصہ بھی۔

”یہ جو بھی ہے، مجھے اس پر یقین نہیں ہے۔“

”مجھیں ابھی تک جادو پر یقین نہیں ہے یا

میری بہن کے کھونے پر؟“

”دونوں یہ ہے۔ صرف تمہاری اس کہانی پر

نہیں ہے۔ یا تو تم بے وقوف ہو یا ہمیں بتا رہے

ہو۔“ لٹھے بھر کو میز پر بیٹھے تمام افراد ان کے لیے

عائب ہو گئے۔ صرف وہ دونوں وہاں تھے۔

”اور وہ کیسے؟“

”تم واقعی سمجھتے ہو کہ تمہاری یہ تھوڑی قابل

یقین ہے؟“ وہ کہنیاں میز پر چائے پوری طرح اس

کی طرف محوم چکی تھی۔ بہت دنوں کا بہت سا غصہ

ایک ساتھ نکلا تھا۔

”ایک آدمی۔۔۔ تمہارا جادوگر ولن۔۔۔ جس

کے کلائٹس ساری دنیا میں ہیں۔۔۔ جو بچوں کے اغوا

کا میٹ ورک چلا رہا ہے۔۔۔ اس کا کوئی آستانہ نہیں

ہے؟ اس کو بھی کسی نے نہیں دیکھا سوائے اس کے

بہت قریبی لوگوں کے؟“ وہ طنز اور افسوس سے کہہ

رہی تھی۔ زیادہ سلطان پیچھے ہو کے محظوظ سایہ کنگسٹون

رہا تھا۔

”تمہارے خیال میں کوئی جادوگر اتنا طاقتور

نہیں ہو سکتا؟“

رائین چہرہ دونوں ہاتھوں میں گرائے اسے دیکھ رہی تھی، جو کسی پندہ کی طرح دائیں بائیں چکر کاٹ رہی تھی۔

”کیونکہ میں ماہر کے ساتھ ایک میز پر غیر آرام دہ تھی۔ میں اپنے شوہر کے ساتھ ہونا چاہتی تھی لیکن یوں لگتا تھا اس روز زیادہ کا فہن نہیں اور تھا۔ اس نے نقشے پر ایک ایسی تاریخ لکھی جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئی تھی۔ کچھ تھا جو مجھے زیادہ کے بارے میں ہلک رہا تھا۔“

رائین نے ایک نظر میز پر بکھرے کاغذوں کو دیکھا۔

”سواس لیے آپ نے کبھی ماہر کی بات کا یقین نہیں کیا؟ کیونکہ آپ کے خیال میں اس کا جادوگر کوئی عورت ہے؟“

”نہیں یار! میں تو ویسے ہی ایک حقیقی بات کہہ رہی تھی۔ مجھے ویسے ہی اس کی بات کا یقین نہیں ہوتا۔“ وہ جیسے چڑکتی تھی۔

”اور پھر اس رات ایک اور واقعہ ہوا جس نے مجھے زیادہ کی طرف سے کنفیوژڈ کر دیا۔“

☆☆☆

وہ کھانے کے ٹکشن کے لیے استری کیے ہوئے کپڑے ہوٹل روم کی الماری میں پینگ کر رہی تھی۔ سامنے کھڑکی کے ساتھ کرسی پر بیٹھا زیادہ لیپ ٹاپ گود میں رکھے کام کر رہا تھا اس کی ریڈنگ گلاسز میں اسکرین کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

”مجھے لکھا آپ نے؟“

”تھوڑا بہت۔“ اس نے نظر اٹھا کے مالا کو دیکھا۔ پھر کھلی الماری سے دکھائی دیتے اس کے کام دار جوڑے کو۔

”مجھ سے ناراض ہو کے آ رہی تھیں تم استنبول، لیکن تیاری تم نے پوری کی ہے۔“ اس کے لہجے میں طعنے تھا۔

وہ چند منٹ کی خوش گواریت جو اس کے انداز میں ماہر فرید کو دیکھ کے در آئی تھیں وہ اب غصا ہو چکی

موبائل پر بشن دیا تا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے دیکھتا وہ آگے بڑھ چکا تھا۔ اس کی رنگت فق ہو رہی تھی اور جیسے دم گھٹ رہا تھا۔

وہ باہر کئی کے کنارے آکھڑا ہوا۔ گریبان کا بشن کھولا۔ چند گہرے سانس لیے۔ ٹھوڑی دیر وہیں کھڑا رہا۔ پھر ایک اسٹال کے کنارے رکا۔ وہاں نقشے رکھے تھے۔ وہ استنبول کے مختلف حصوں کے نقشے تھے۔ وہ ایک ایک کو کھول کے دیکھنے لگا۔ پھر ایک نقشہ چنا۔ اب اس کا چہرہ بہتر تھا۔ پیسے ادا کیے اور جھک کے قلم سے اس پر تاریخ لکھی۔

”غلا تاریخ ڈال دی آپ نے۔“ آواز یہ وہ کرنت کھا کے پلٹا۔ پیچھے بالا کھڑی تھی۔ شمال کدھوں پہ لیپٹ وہ مسکرا کے اسے دیکھ رہی تھی۔ زیادہ پیکا سا مسکرایا۔

”سوری؟“

”آپ نے آج کے بجائے آنے والے کل کی تاریخ ڈال دی ہے۔“

”جھسا سوری۔ یاد نہیں رہا۔“ اس نے تیزی سے نقشہ جیکٹ کی جیب میں ٹھونسا۔ ”تم یہاں کیوں آگئیں؟“

”آپ کو بلانے۔ کوئی آرڈر نہیں دے رہا اور معید کا پارہ ہانی ہونے والا ہے۔ چلیں؟“ وہ مسکرا کے پوچھ رہی تھی۔ زیادہ پیکا سا مسکرایا۔

”آئی تھمک۔۔۔ ہم سب کو ان کے اسٹیک ٹرائی کرنے چاہیے۔ میں سب کے لیے آرڈر کرتا ہوں۔ تم ٹھنکو۔“

وہ دونوں اب ساتھ ساتھ واپس آ رہے تھے۔ ڈنر ٹیبل پر بیٹھا ماہر فرید اب قدرے کم غم سا تھا۔ کچھ تھا جو اسے انجما گیا تھا۔ اس نے ایک نظر ان دونوں کو ساتھ اندر آتے دیکھا اور پھر معید کی طرف متوجہ ہو گیا۔ یہ طے تھا کہ اب ان تینوں نے آپس میں کوئی بات نہیں کرنی تھی۔

☆☆☆

”آپ زیادہ کے پیچھے کیوں گئیں؟“

ماہر اجتنا میں جانتی ہوں، وہ مکمل سچ کبھی نہیں بولتے۔“

”وہ صرف مجھے نچا دکھانے کے لیے کہہ رہی تھی۔“ اس نے سر جھٹکا۔ وہ اب چھت کو دیکھ رہا تھا۔

”میں نے ارادہ کیا تھا کہ اگلے روز نکاح پہ نہیں جاؤں گا۔ میں ان دونوں کو ساتھ نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔“

”لیکن تم گئے۔“
”لیکن میں گیا۔“ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

نکاح کا فنکشن ایک آؤٹ ڈور ایونٹ تھا۔ آج اچھی دھوپ تھی۔ سبز گھاس پہ جگہ جگہ سفید اور گلابی پھولوں کی سجاول کی گئی تھی۔ بیریل اور ماہر ایک ساتھ اندر داخل ہوئے تھے۔
”تم نے کہا تھا ہم فنکشن پہ نہیں جائیں گے۔ پھر ہم یہاں کیوں ہیں؟“ بیریل اس کے کان کے قریب مٹکتا رہا۔

”میری اپنی وجوہات ہیں۔“
”وہ ناٹ سو پنڈسم کن بھی یہاں موجود ہوگا؟“ بیریل کی متلاشی نگاہیں سبزہ زار پہ ٹھہرے انسانوں کو دیکھ رہی تھیں۔

”وہ ہوگا لیکن کوئی ایسی لڑکی نہیں ہوگی جس کی امید پر تم آئے ہو۔“ ماہر نے جیسے تنبیہ کی۔

”میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“ وہ تیز چل رہا تھا۔ بیریل تنگی سے قدم اٹھاتا اس کی رفتار سے نلے کی کوشش کر رہا تھا۔ ”میں سنجل ہوں اور بہت خوش ہوں۔ میں اب محبت کی تلاش میں نہیں ہوں۔“

”اچھا؟“ بیریل کے برعکس اس کی متلاشی نگاہیں کسی اور کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

”ہاں۔“ میرا ارادہ ہے کہ اگلے دو سال تک میں سنجل ہی رہوں۔“
”آمین۔“

تھی۔ وہ پہلے جیسا زیادہ بن چکا تھا۔ بالائے افسوس سے سر جھٹکا۔ کچھ چیزیں بھی نہیں بدل سکتیں۔ اسے اس کے ساتھ گزارا کرنا ہی ہوگا۔

وہ زیادہ سے اس کے کپڑوں کا پوچھتا چاہتی تھی لیکن اس کی بات نے اتنا بد مزہ کر دیا کہ اس نے ارادہ بدل دیا۔ خود ہی ڈرینگ روم میں آئی اور اس کا بیگ کھولا۔ اس کے کپڑے نکالے اور سیدھی ہوئی کہ۔۔۔

ایک تنہا سا کانڈ کا ٹکڑا فرش پہ گرا۔ اس نے جھک کے اسے اٹھایا۔

وہ ترکش ایئر لائن کے بورڈنگ پاس کا وہ حصہ تھا جو مسافر اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کے مطابق زیادہ سلطان کی فلائیٹ بدھ کی رات نو بجے استنبول پہنچ چکی تھی۔ لیکن زیادہ نے قواس کہا تھا کہ وہ جسرات کی صبح پہنچا تھا اور سیدھا اس کے پاس آیا تھا۔ بورڈنگ پاس ایک دوسری کہانی سن رہا تھا۔

پھر وہ اس رات کہاں رہا تھا؟
”سنا ہے کل رات آپ کے ہر بڑ بھی استنبول پہنچ چکے ہیں۔“ بیریل کا کہا تھوڑے ذہن میں گونجا۔

اس نے بورڈنگ پاس مٹی میں دبایا اور اپنا موبائل اٹھایا۔ مالک فرید کے نام پہ اس کی انگلی رکی لیکن پھر اس نے اسکرین بجھا دی۔

اسے فضول کے داہے نہیں پالنے تھے۔ اسے اپنے شوہر پہ بھروسہ کرنا تھا۔

☆☆☆

”کیا یہ ممکن ہے کہ نالا کی تیسویں درست ہو؟“
یا سکین نے سوچتے ہوئے انداز میں پوچھا تھا۔
وہ اب کاؤچ کے ایک بازو کو گھبراہٹ سے لٹا تھا اور دوسرے بازو پہ جوتوں کی پیچی بنا کے رکھی تھی۔ اس بات پہ نالی میں چہرہ ہلایا۔

”مجھے اپنے بوڑھے دوست پر یقین ہے۔ اس نے مجھے جس کا چہرہ دکھایا تھا وہ مرد تھا۔ وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولے گا۔“

”جنات اتنے قابل اعتبار نہیں ہوتے“

تھا۔ مالانے جواب نہیں دیا۔ مشرقی عورتوں کو کچھ چیزوں کے ساتھ رہنا پڑتا ہے۔ سچ شوہر کے ساتھ بھی۔ بس وہ چاہتی تھی کہ طرح زیادہ کا موڈ نہ خراب ہو۔ شکر ہے وہ اب بھی بچہ نہیں گیا تھا۔

کھانے کے دوران زیادہ بولنے ٹیبل کے پاس کھڑا تھا جب قدموں کی آہٹ پہ دیر سے گردن موڑی۔ ماہر فرید سامنے کھڑا تھا۔ زیادہ سلطان مسکرایا اور سن گلاسز اتارے۔ ماہر نے نہیں اتارے۔

”خوش آمدید ماہر بے۔“ اس کا انداز خوش گوار ہو گیا تھا۔

”مجھے ابھی پولیس ڈیپارٹمنٹ سے فون آیا تھا۔“

”سن رہا ہوں۔“ زیادہ اپنی پلیٹ میں پرانز نکال رہا تھا۔

”تعالیٰ نواز آج صبح اپارٹمنٹ سے باہر آیا تھا اور سیدھا انٹرپورٹ کی طرف گیا۔ وہاں جا کے وہ جہوم میں کھو گیا۔ لیکن انٹرپورٹ ڈیٹا کے مطابق اس نے کوئی فلائٹ نہیں لی۔“

”اور تم مجھے یہ کیوں بتا رہے ہو؟“

ماہر اس کے قریب ہوا اور آواز سرگوشی میں بدل دی۔

”کیونکہ میری تصویری یہ ہے کہ تم اس سے انٹرپورٹ پہلے تھے۔ لیکن کیوں؟“ رک کے چیمے سوچا۔ ”شاید ایک نیا پاسپورٹ دینے کے لیے شاید پیسے بھی۔“

زیادہ ہلکا سا سن دیا۔

”میں جانتا ہوں زیادہ۔۔۔ کہ اسے تم نے کسی دوسرے پاسپورٹ سے اس ملک سے بیج دیا ہے۔ عقیدت یا خوف کے ہاتھوں مجبور ہو کے اس نے اس ملک کو چھوڑ دیا ہے، جہاں وہ اپنی زندگی بنا چکا تھا۔“

اس کے انداز میں ملامت تھی۔

زیادہ سلطان پرانز ڈال کے اس کی طرف گھوما اور مسکرایا۔

”ایسے نہ کہو۔“ ہیربل گڑبڑا گیا۔ ”فرشتے سیریس ہو جائیں گے۔ میں تو مذاق کر رہا تھا۔“

اور جب ہی اسے وہ دکھائی دی۔ وہ دولہا دلہن کے پلیٹ فارم سے دوڑ کر مڑی، کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھ رہی تھی۔ اس نے بال ٹھکڑیا لے کر کے چہرے کے ایک طرف ڈالے ہوئے تھے۔ سفید پشواز پہنے کام دانی دوپٹہ کندھے پہ ڈالے کانوں میں بڑے بڑے بندے پہنے وہ بار بار استقبالیہ کو دیکھتی۔ آنکھوں میں پریشانی تھی۔ سن گلاسز ماتھے پہ تھے۔

وہ چند لمحوں سے دیکھتا رہا۔ اس کی نگاہوں کا ارتکاز محسوس کر کے مالانے اس طرف دیکھا تو اس نے چہرہ موڑ لیا۔ حالانکہ وہ سن گلاسز پہنے ہوئے تھا۔ وہ اس کی آنکھیں نہیں دیکھ سکتی تھی اور اسے خوف تھا کہ کہیں دیکھ نہ لے۔

سادا فٹکشن اس کی توجہ کشا۔ مہین کی طرف رہی۔ اس لیے نہیں کہ وہ خوب صورت لگ رہی تھی۔ بلکہ اس لیے کہ وہ بھی اسی کی خطرگرمی جس کا خطر وہ خود تھا۔

زیادہ سلطان ابھی تک نہیں پہنچا تھا۔

ایک کھٹنے کے بعد اس نے دیکھا، زیادہ اندر داخل ہو رہا تھا۔

”کہاں رہ گئے تھے آپ؟ اتنی دیر سے سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔“ وہ کھٹکی سے کہتی سامنے آئی۔

”تم جانتی ہو مجھے یہ گیدرنگز نہیں پسند۔ ایک دوست سے ملنے پل کی دوسری طرف چلا گیا تھا۔ ٹیکسی نے ٹریفک میں پھنسا دیا۔ شکر کرو اب بھی پہنچ گیا ہوں۔“ زیادہ بھی دھوپ کے باعث سن گلاسز پہنے ہوئے تھا پھر بھی وہ اس کی آنکھوں کی بے زاری محسوس کر سکتی تھی۔

”کون سا دوست؟“

”کیا صرف تمہاری فیملی کے دوست ہو سکتے ہیں استنبول میں؟“ اس کے انداز میں کچھ جتنا تا ہوا

اس کے رخ تھی۔ اس کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ آج وہ ایک طرف نہیں ہوا۔ جہاں تھا کھڑا رہا۔ اسے اس کی جھاڑوں کی ضرورت نہ تھی۔

”مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہی ہو۔“
”تم دونوں ایک دوسرے کو جانتے ہو، مجھے ہمیشہ سے یہ لگتا تھا، لیکن تم دونوں اس بات کو چھپا کیوں رہے ہو، میں نہیں جانتی۔ تم سب سے زیادہ باس تھے اور وہ بریہ کا مکتبہ۔“

وہ چند لمحوں سے دیکھ گیا۔ پھر بے نیازی سے شانہ اچکا دیے۔

”کہنا، مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہی ہو۔“
”تم جانتے کیا ہو؟“ وہ جیسے زنج ہوئی۔ ماہر نے گہری سانس لی۔

”کیا یہ ایسا ہی وقت ہے جب تم مجھے اپنی زندگی سے جانے کو کہو گی اور میں۔۔۔“

”تمہیں کہیں نہیں جانا۔ میں جاری ہوں۔ اس شہر سے اور میں شاید تمہیں بھی دوبارہ نہ دیکھوں۔“ وہ تیز تیز کہہ رہی تھی۔ دھوپ سے اس کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔

”لیکن میں اتنا جانتی ہوں کہ تم کچھ جانتے ہو۔ یہ اتنے دن تم بار بار میرے راستے میں اس لیے آتے تھے کیونکہ تم مجھے کچھ بتانا چاہتے تھے۔“ پھر افسوس سے اسے دیکھا۔ ”اس لیے میں تم سے پوچھ رہی ہوں۔ تم کیا بتانا چاہتے ہو؟“

ماہر فرید نے بہت سا تھوک نگلا۔ پھر ایک نظر دور پیچھے سعید کے ساتھ کھڑے زیادہ دیکھا۔ وہ ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔

”تم زیادہ کے بارے میں کچھ جانتے ہو۔ ہے نا؟“ ماہر کو دھمکتی اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔ وہ غصے میں نہیں تھی۔ وہ خوف زدہ تھی۔

اس کی گردن خود بخود ڈھکی میں ہل گئی۔
”مجھے کچھ نہیں کہنا۔“

”میں نے سب کچھ بھلا کے تمہیں ہلال کے لیے فون کیا تھا۔ اگر تم مجھے کچھ بتانا چاہتے ہو تو

”مجھے کچھ معلوم نہیں کہ تم کیا کہہ رہے ہو، لیکن کسی سے بات کرنا جرم نہیں ہے۔ کسی کو ایک اچھی آفر دینا بھی جرم نہیں ہے۔ ہر شخص اپنی بھلائی دیکھتا ہے۔ سہل۔“ اس نے مسکرا کے شانہ اچکا دیے۔

ماہر نے سن گلاسز اتارے۔ سورج اس کے رخ تھا۔ اس کی آنکھیں دھوپ سے چھوٹی ہو گئیں۔
”تمہاری موت میرے ہاتھوں آئے گی، زیادہ سلطان!“

”نہیں ماہر بے!“ وہ مسکرا رہا تھا۔ ”ابھی تم میرے کام کرنے کے طریقے کو سمجھ نہیں ہو۔ میں اور کشمالہ اپنی زندگی جس کے اور تم اپنی بہن کی یاد میں خوش بودار موسم بیتیاں جلاتے رہو گے۔“

وہ کہہ کے آگے بڑھا ہی تھا کہ کسی نے اس کی کہنی تھامی۔ زیادہ تیزی سے گھوما۔ لمبے بھر کے لیے وہ ساکت رہ گیا۔

کشمالہ بین بن سانسے کھڑی تھی۔ ابرو ہنسنے، دھوپ سے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھ رہی تھی۔
”کیا ہوا ہے، زیادہ؟“

اس نے شاید کچھ تانتا تھا، شاید نہیں۔ زیادہ فیصلہ نہ کر سکا۔ لیکن نایک ہی لمحے میں وہ سہل گیا۔

”میں ماہر بے سے کہہ رہا تھا کہ اس کی بہن اس کی وجہ سے کھوئی ہے اور اب اس کے پاس اس کی یاد میں خوش بودار موسم بیتیاں جلاتے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔“ اس کے انداز میں جی ٹی ٹی۔ وہ جانتا تھا کہ وہ ماہر کی شکل دیکھ کے بتا سکتی تھی کہ وہ کوئی خوش گوار بات نہیں کر رہے۔ اتنا کہہ کے وہ رکنا نہیں آگے بڑھ گیا۔

”سنو۔۔۔“ زیادہ وہاں سے ہٹا تو وہ بھی پلٹ گیا۔ تب ہی مالانے پکارا۔

وہ تیزی سے قریب آئی۔ مٹنگریا لے بال ایک شانہ پر تھوڑا سا کام دانی دوپٹہ دوسرے پر۔ آنکھوں میں غصہ تھا۔

”تمہارے اور زیادہ کے درمیان کیا معاملہ ہے؟“ وہ اس کے عین مقابل آگے رک گئی۔ دھوپ

”اس رات اور کیا ہوا تھا؟ تم نے مجھے ساری بات نہیں بتائی تھی۔“

☆☆☆

کامیج کے باہر سردرات میں جمیل کنارے دو ہیو لے کھڑے تھے۔
”کیا تمہیں یہ ڈیل منظور ہے؟“ زیادہ سلطان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھایا۔

وہ چند لمحوں میں اس کا بڑھا ہوا ہاتھ دیکھتا رہا۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔

”جو واحد ڈیل میں تمہارے ساتھ کروں گا زیادہ سلطان... وہ یہ ہوگی کہ۔“ وہ چند قدم قریب آیا یہاں تک کہ اس کی سرکشی بھی زیادہ کو سنائی دینے لگی۔

”کہ تمہاری موت میرے ہاتھوں سے آئے گی۔“ کہہ کے وہ پیچھے ہوا۔ زیادہ کا ہاتھ فضا میں گر گیا۔ چہرہ سیاہ ہو گیا۔

”مجھے تمہارے ساتھ کوئی ڈیل نہیں کرنی۔ مجھے تعہد قی جائے گی، وہ مل گئی ہے۔ ہلال زندہ ہے۔ اور مجھے اس کو تلاش کرنے کے لیے تمہاری مدد نہیں چاہیے۔ میں اسے خود ڈھونڈ سکتا ہوں اور رہی کشمالہ۔“

زیادہ نے تھوک لٹکا۔ گردن میں گٹھلی سی ابھر کے محدود ہوئی۔

”تو نے غم کرو۔ میں اس کو کچھ نہیں بتاؤں گا نہ بتانے والا تھا کیونکہ تم دونوں کی اتنی سی بھی (انگلی اور انگلی) کے درمیان خلا بتانے کے دکھایا (پرواہ نہیں ہے۔ مجھے صرف ہلال کو ڈھونڈنا ہے۔ میں تمہاری زندگی میں مداخلت نہیں کروں گا۔“

”اس ڈیل میں ترمیم کرلو۔“ زیادہ بالآخر مسکرایا۔ ”تمہاری جان میرے ہاتھوں جائے گی، باہر فریدا!“ کین سے ایک آخری ٹھونٹ بھرا، اسے جمیل کی طرف اچھالا اور پی کیپ درست کرتا وہ آگے بڑھ گیا۔

باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ

☆☆☆

بتاؤ۔ میں سن رہی ہوں۔“ آنسو اس کی چٹکوں پہ اٹکے ہوئے تھے۔

”نہیں۔ مجھے کچھ نہیں کہنا۔“ اس نے بے تاثر چہرے کے ساتھ لٹی میں سر ہلایا۔ ”میں صرف اپنے بارے میں سوچتا ہوں۔ اپنے اور ہلال کے بارے میں۔ تم اور زیادہ میرے ذہن میں نہیں ہیں۔“

ایک آنسو کشمالہ کی آنکھ سے ٹوٹا اور گال پہ پھیل گیا۔ اس نے کچھ نہیں کہا۔ وہ وہاں سے ہلٹ گئی۔ اس کی جگہ پر گروپ فوٹو ہو رہا تھا۔ اس نے انگلی کی نوک سے آنکھ کا کنارہ صاف کیا اور ان کے ساتھ شامل ہو گئی۔

☆☆☆

”آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ زیادہ اور وہ ایک دوسرے کو جانتے ہیں؟“

”اس نے اسے ماہ میری نوکری کی کبھی خوشبودار موسم بتی نہیں جلائی۔“ وہ صوفے پر بیٹھی، گھٹنوں کو سینے سے لگائے، سر جھکائے انگلی سے صوفے پر لکیریں بنات رہی تھی۔ ”میں اس کے افسس گئی تو دیکھا وہاں جگہ جگہ سینڈ لینڈ ٹرکس ہیں۔ مجھے تب بھی خیال نہیں آیا کہ وہ ماہر کی ہوں گی۔ پھر زیادہ کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ خوشبودار موسم بتیاں جلاتا ہے؟“ اس نے جھرجھری لی۔ ”کچھ تھا ان کے درمیان۔ کچھ ایسا جواڑا تھا۔“

☆☆☆

”تم نے مالا کوچ کیوں نہیں بتایا؟ کیا اس لیے کہ تم نے زیادہ سے ڈیل کی تھی؟“

یاسمین پوچھ رہی تھی۔

ماہر دھیرے سے ہنس دیا اور لینے لینے گردن موڑ کے اسے دیکھا۔

”یاسمین حاتم... کیا تم واقعی سمجھتی ہو کہ میں ایسا انسان ہوں، جو زیادہ سلطان کے ساتھ کوئی ڈیل کر سکتا ہے؟“

یاسمین کے لب اوہ میں سکڑے۔